ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

3

www.tanzeem.org

15 تا 21 جنوری 2013ء/2 تا 8 ربیع الاوّل 1434ھ

## قانون ابتلا آج بھی نافذ ہے

”اللہ تعالیٰ کا قانونِ ابتلا ہمیشہ کی طرح آج بھی نافذ ہے، اور معطل ہرگز نہیں ہوا ہے۔ اس لئے آج بھی جو شخص دین و ایمان کا نام لے اسے چاہیے کہ مخالفتوں اور مصیبتوں کے لئے اپنے دل کو مضبوط رکھے، اپنے خطرناک موقف کے بارے میں کسی خوش گمانی کا شکار نہ ہو، یقین رکھے کہ میں ایک بڑی آزمائش گاہ میں اترا ہوا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے قانون ابتلاء سے دو چار ہوں اور دو چار ہوں گا۔ یہ صحیح ہے، بلکہ ضروری ہے کہ اسے آزمائشوں کو دعوت نہیں دینی چاہیے، کیونکہ یہ ایک نازیبا جسارت ہے اور شرعاً ممنوع ہے۔ نبی ﷺ کا حکم ہے کہ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ (دشمن سے مڈبھیڑ ہو جانے کی خواہش نہ کرو) لیکن جو آزمائشیں خود بخود راہ روک کر سامنے آ کھڑی ہوں گی ان کا ”حق“ تو اسے ادا کرنا ہی پڑے گا۔ ان سے اگر وہ کترا کر نکل جانا چاہے گا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اس شرط کے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے جسے پورا کرائے بغیر یوم الدین کا مالک جنت کا دروازہ کھولنے پر تیار نہیں۔ یہی تو امتحان کا وہ پرچہ ہے جو ہمارے آپ کے ایمان و اسلام کی جانچ کے لئے ہمارے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔ اس پرچے کو اگر کوئی تھامتا ہی نہیں اور اپنے ہاتھوں کو سمیٹے رکھتا ہے تو بلاشبہ اس طرح وہ اپنی کامیابی کا کوئی سامان نہیں فراہم کرتا، اور زبردستی کرتا ہے اگر اپنے کو ایک حق شناس مومن سمجھتا ہے۔“

اساسِ دین کی تعمیر

صدرُالدین اصلاحی

اس شمارے میں

امن کا تماشا

احیائے اسلام کی شرطِ لازم

وہی فلاح پائیں گے......

غزوۂ حنین کا سبق

حضرت امام مالکؒ

لانگ مارچ کیا رنگ لائے گا؟

علماء میں اتحاد اور ہماری کوششیں

عمل پیہم کی تابناک مثال

نشہ کا زہر

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (545)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

## سورۃ یوسف

(آیات 77 تا 79)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

**آیت 77** ﴿قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ”انہوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔“

برادرانِ یوسف کی طبیعت کا ہلکا پن ملاحظہ ہو کہ اس پر انہوں نے فوراً کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے یہ بعید نہیں تھا‘ کیونکہ ایک زمانے میں اس کے ماں جائے بھائی (یوسفؑ) نے بھی اسی طرح کی حرکت کی تھی۔

﴿فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ﴾ ”اس کو چھپائے رکھا یوسفؑ نے اپنے جی میں اور ان پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔“

﴿قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝﴾ ”آپؑ نے (دل ہی دل میں) کہا کہ تم بجائے خود بہت بُرے لوگ ہو‘ اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔“

انہوں نے آپؑ پر بھی فوراً چوری کا بے بنیاد الزام لگا دیا‘ مگر آپؑ نے کمال حکمت اور صبر سے اسے برداشت کیا اور اس پر کسی قسم کا کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔

**آیت 78** ﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ﴾ ”وہ کہنے لگے: اے عزیز (صاحب اختیار)! اس کا والد جو ہے‘ بہت بوڑھا ہے‘ تو آپؑ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں۔“

﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ ”ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپؑ بڑے ہی نیک انسان ہیں۔“

یہ صورتِ حال ان لوگوں کے لیے بہت پریشان کن تھی۔ باپ کا اعتماد وہ پہلے ہی کھو چکے تھے۔ اس دفعہ اللہ کے نام پر عہد کر کے بن یامین کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اب خیال آتا تھا کہ اگر اسے یہاں چھوڑ کر واپس جاتے ہیں تو والد کو جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ چنانچہ وہ گڑگڑانے پر آ گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی منت سماجت کرنے لگے کہ آپؑ بہت شریف اور نیک انسان ہیں‘ آپؑ ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ اپنے پاس رکھ لیں‘ مگر اس کو جانے دیں۔

**آیت 79** ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝﴾ ”(یوسفؑ نے) فرمایا: اللہ کی پناہ اس بات سے کہ ہم پکڑ لیں کسی اور کو اُس شخص کے بجائے جس کے پاس سے ہم نے اپنا مال برآمد کیا ہے‘ یقیناً اس صورت میں تو ہم ظالم ہوں گے۔“

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

## آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بڑی پاکیزہ تھی

”عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا وَّلَا فَحَّاشًا وَّلَا لَعَّانًا کَانَ یَقُوْلُ لِاَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَۃِ مَالَہٗ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ۔“ (بخاری کتاب الادب)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زبان گالیاں دینے، لعنت کرنے اور فحش گوئی سے ناآشنا تھی۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی پر غصہ اور عتاب کا اظہار فرماتے وقت (زیادہ سے زیادہ) یہ فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے، اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔“

تشریح: تَرِبَ جَبِیْنُہٗ کے معنی ہیں ”وہ منہ کے بل گرے اور اس کی پیشانی خاک آلود ہو“ یعنی وہ محتاج اور تنگدست ہو۔ عرب کے لوگ اس کلمہ کو اس کے حقیقی معنی (محتاجی اور تنگدستی کی بددعا دینا) میں استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ گفتگو کے دوران یہ کلمہ (اور اس طرح کے دو چار اور کلمے بھی ہیں) بے ساختہ ان کی زبان پر آ جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کی طرح اس کلمہ سے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے تھے۔ یہ کلمہ غیر ارادی طور پر آپؐ کی زبان مبارک پر جاری ہو جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے محبوبؐ کی طرح فحش کلامی، گالی گلوچ اور لعنت کرنے سے اجتناب کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

# امن کا تماشا

ہے کوئی جو حکمرانوں کو بتائے کہ دہشت گردی اور تخریب کاری میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک سو یومیہ کو چھو چکی ہے —— ہے کوئی جو انہیں بتائے کہ گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری وبا کی طرح پھیل گئی ہے۔ صنعت کار اپنی صنعتیں دوسرے ممالک میں منتقل کر رہے ہیں۔ بھوک اور افلاس نے عدم برداشت کو جنم دیا ہے اور اب یہ عدم برداشت کا معاملہ دیوانگی کی حدود میں داخل ہو رہا ہے۔ ہے کوئی جو انہیں بتائے کہ خودکشیاں خوشی خوشی اور امن و سکون کے ماحول میں نہیں ہوتیں —— ہے کوئی جو حکمرانوں کو بتائے کہ معاشی لحاظ سے پاکستان دیوالیہ ہونے کو ہے۔ عالمی معاشی دہشت گرد اسے اپنے بعض مفادات کی وجہ سے دیوالیہ ڈکلیئر نہیں کر رہے —— ہے کوئی جو نام نہاد سردارانِ قوم کو بتائے کہ ملک میں امن و امان ناپید ہو چکا ہے اور معاشرہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کی صحیح صحیح تصویر بن چکا ہے —— ہے کوئی جوان ظالموں کو بتائے کہ جن جاسوسوں کو تم نے خود ویزے دے کر جی آیا نوں کہا تھا وہ وطن عزیز میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکانے میں مصروف ہیں۔ ان میں سے کئی پکڑے گئے لیکن حکمرانوں نے خوفزدہ ہو کر انہیں چھوڑ دیا، کیونکہ ان کی چمڑی سفید تھی اور وہ انگریزی بولتے تھے —— ہے کوئی جوان بے خبروں کو بتائے کہ خود ساختہ جلاوطن الطاف حسین نے لسانی بنیادوں پر سندھ کو تقسیم کرنے کی دھمکی دی ہے اور اسے وہ ڈرون حملہ کہہ رہا ہے، اور اس نے بابائے قوم کی سرعام توہین کی ہے اور یہ عوام اور خواص سب کی توہین ہے، لیکن زبانیں گنگ ہیں —— ہے کوئی جو کرسی کے ان متوالوں کو بتائے کہ بلوچستان ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے اور صوبائی اور مذہبی تعصب اس کی سڑکوں کو انسانی خون سے رنگین کر رہا ہے، اور بھارت وہاں افغانستان کے راستے دراندازی کر رہا ہے —— ہے کوئی جو جیالے حکمرانوں کو بتائے کہ کینیڈا سے درآمد کیے جانے والا ''قائد انقلاب'' اور برطانیہ میں مقیم ڈرون ماسٹر لانگ مارچ کے ذریعے عدم استحکام پیدا کر کے امریکی اور برطانوی ایجنڈے کی تکمیل میں معاونت کر رہے ہیں —— ہے کوئی جوان نادانوں کو بتائے کہ کنٹرول لائن پر کی جانے والی بھارتی جارحیت بلا سوچے سمجھے اور منصوبہ بندی کے بغیر نہیں ہے —— ہے کوئی جو ڈالروں کے ان پجاریوں کو بتائے کہ ایٹمی پاکستان اور اسلامی پاکستان امریکیوں اور یورپیوں کے لیے ناقابل برداشت ہے —— ہے کوئی جوان بزدلوں کو بتائے کہ خوف کی بنیاد پر بنائی گئی عسکری پالیسی کا مقدر شکست اور صرف شکست ہوتا ہے —— اور —— ہے کوئی جوان کو بتائے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ مسائل و آلام اور مصائب میں گھری ہوئی قوم کے ناخداؤ! خوابِ خرگوش سے اٹھو کہ آسمان گرنے والا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ عوامی سیاست اور جمہوریت کے ٹھیکیدار حکمران کیوں نہیں جاگ رہے!

یہ سیاست دان بھی عجب تماشا ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ سیاسی جدوجہد سے اور سیاسی زینہ طے کرتے ہوئے لیڈر بنا ہے۔ صف اول کے سب کے سب سیاست دان بلا استثناء فوجی نرسری میں پروان چڑھے ہیں۔ مثال دینے میں کوئی حرج نہیں۔ ''عظیم'' عوامی لیڈر ذوالفقار علی بھٹو' ایوب خان کی باقیات میں سے تھے۔ نواز شریف کا سیاسی جنم جنرل غلام جیلانی کے ہاں ہوا اور مردِ حق ضیاء الحق کی اکیڈمی میں تربیت حاصل کی اور سیاسی جوانی کو پہنچے۔ چوہدری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی کے سر پر کئی جرنیلوں کا دست شفقت رہا ہے۔ الطاف حسین ایک عرصہ تک اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھ کا کھلونا تھے اور پھر وقت


تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

## ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

15 تا 21 جنوری 2012ء — جلد 22
2 تا 8 ربیع الاوّل 1434ھ — شمارہ 3

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھر
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے



''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

## بیابہ مجلس اسرار

# اُمت کا فرضِ منصبی

سوال یہ ہے کہ آیا نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی تکمیل جملہ اعتبارات سے بہ تمام وکمال ہو چکی ہے یا وہ کسی پہلو یا اعتبار سے ہنوز شرمندۂ تکمیل ہے۔ اگر بات دوسری ہے اور صورت واقعہ یہ ہے کہ ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے!

تو کیا اُمت صرف عید میلا النبیؐ منا کر، یا جلسے کر کے اور جلوس نکال کر یا ذوق وشوق کے ساتھ درود وسلام بھیج کر اپنے فرضِ منصبی سے عہدہ برآ ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے اور صورت حال واقعۃً یہ ہے کہ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

تاہم

اِک طرزِ تغافل ہے سو وہ اُن کو مبارک
اِک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے!

کے مصداق گزارش ہے —— کہ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ ختم نبوت ورسالت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو کام آنحضور ﷺ سے قبل انبیاء ورُسل کیا کرتے تھے، آپؐ کے بعد اب وہ سب کے سب آپؐ کی اُمت کے ذمے ہیں۔ گویا خواہ دعوت وتبلیغ، انذار وتبشیر، تعلیم وتربیت اور اصلاح و تزکیہ پر مشتمل فریضۂ شہادتِ حق ہو جو بعثت انبیاء ورُسل کی غرض اصلی اور غایتِ اساسی ہے، خواہ اعلاءِ کلمۃ اللہ، اقامت دین اور اظہارِ دین حق علی الدین کُلّہ پر مشتمل بعثتِ محمدیؐ کا مقصد امتیازی اور مُنتہائے خصوصی ہو، جملہ اہل ارض اور جمیع کُرّہ ارضی کے اعتبار سے یہ سارے فرائض اب ان لوگوں پر عائد ہوتے ہیں جو آنحضور ﷺ کے نام لیوا ہیں اور آپؐ کے نام نامی سے منسوب ہونے پر فخر کرتے ہیں اور آپؐ کی اُمت میں سے ہونے کو موجب سعادت جانتے ہیں۔

---

بدلا اور پاکستان کی فوج بالآخر اپنی لالچ، ہوسِ اقتدار اور نااہلی کی وجہ سے اپنا تقدس کھو بیٹھی اور کچھ اسلام اور پاکستان دشمن اتحاد ثلاثہ (امریکہ، اسرائیل، بھارت) کا زبردست پروپیگنڈا تھا۔ علاوہ ازیں امریکی ڈالروں کا کرشمہ تھا کہ میڈیا اور دانشوروں نے پاکستان آرمی کو حقیقتاً Rouge Army ثابت کرنا شروع کر دیا۔ اب لفظ اسٹیبلشمنٹ کا سہارا لے کر دنیا بھر کی گندگی فوج پر ڈالی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ بھارت کے مقابلے میں اپنی فوج کو کوسا جا رہا ہے۔ دشمن کی چال یہ ہے کہ فوج جو دفاعی لحاظ سے پاکستان کا آخری حصار ہے، اس کا مورال اتنا گرا دو کہ وہ خود اپنے آپ کو برا جاننے لگے اور ان پر جنگ سے پہلے ہی شکست خوردگی چھا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فوجی جرنیلوں کے جرائم اور گناہ یقیناً حد سے بڑھ گئے تھے۔ وہ اس لیے بھی کہ عقلی اور منطقی بات یہ ہے کہ جب کُل معاشرہ گل سڑ جاتا ہے تو ہر شخص ذاتی مفاد میں جو کر سکتا ہے کرتا ہے۔ فوج کے پاس بندوق کی طاقت تھی۔ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی اسے روک نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا وہ بُرائی میں سب سے بڑھ گیا۔ سیاست دان جو کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ تاجر جتنی لوٹ مچا سکتے تھے انہوں نے لوٹ مار کی۔ باقی عوام کا معاملہ یہ تھا کہ انگور کھٹے ہیں۔

اب جبکہ قومی سطح پر ہماری بداعمالیوں اور بدکرداری کی وجہ سے ہماری کشتی بھنور میں پھنس چکی ہے۔ انسانی عقل کی سطح پر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تو اس کے سوا کوئی حل نظر نہیں آتا کہ ماضی کو بھول کر سر جوڑ کر بیٹھا جائے۔ ہر فرد، ہر ادارہ اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے دیانت اور امانت کا حلف لیتے ہوئے اپنے کام میں جُت جائے اور کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اپنے اُس عہد کو نبھایا جائے جو قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کیا تھا۔ اپنے حقیقی دشمنوں کو پہچانا جائے۔ فوج کو گرین بک اور ڈاکٹرائن تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں، اسے وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ ہنود کے ساتھ یہود اور نصاریٰ کو دشمن کی فہرست میں شامل کیا جائے۔ ہم کسی سے جنگ کرنے کے نہیں اپنا دفاع کرنے کے قائل ہیں۔ جبکہ امریکہ اینڈ کمپنی پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں۔ امن کی آشا اور ثقافتی طائفوں کے تبادلے سے امن کی بھیک نہیں ملا کرتی۔ دل کی آنکھیں تو ایک مدت ہوئی فیصلہ کر چکی ہیں کہ بھارت کا اصل مسئلہ پاکستان کا وجود ہے۔ بھارت نے پاکستان کے وجود کو ایک دن کے لئے بھی تسلیم نہیں کیا۔ اب تو سر کی آنکھوں نے بھی یہ تماشا دیکھا کہ انڈیا کو تو کرکٹ میچ میں بھی پاکستان کے ہاتھوں شکست قبول نہیں۔ بھارت کی محبت میں ہمارے سیکولر طبقہ نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارا میڈیا ''امن کی آشا'' کی رٹ لگا رہا ہے اور بھارت نے کنٹرول لائن پر ''امن کا تماشا'' لگایا ہوا ہے۔ بزرگوں کے اس قول کو دانتوں سے پکڑنے کی ضرورت ہے ''امن چاہیے تو جنگ کے لیے تیار رہو''۔ دنیا کی تاریخ پر نگاہ ڈالو، ہمیں جنگیں مسلط ہوتی نظر آتی ہیں۔ کیا کبھی امن یکطرفہ طور پر مسلط ہوا؟ ہمیں خوف کی کیفیت سے باہر نکلنا ہوگا اور بارہ سالہ پسپائی کو روکنا ہوگا۔ یاد رہنا چاہیے کہ پسپا ہونے والوں کا تعاقب ہوتا ہے۔ انہیں قتل یا گرفتار کیا جاتا ہے، انہیں امن کی پیشکش نہیں ہوتی۔ اگر ہم امن کی آشا کا راگ الاپتے رہے تو دشمن امن کا تماشا لگا کر رہے گا۔

”اُس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے

# وہی فلاح پائیں گے“

## اعمال صالحہ میں وزن کیونکر پیدا ہوتا ہے؟

سورۃ المومنون کی آیات 101 تا 111 کا مطالعہ

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 4 جنوری 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

[سورۃ المومنون کی آیات 101 تا 111 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے جمعہ ہم سورۃ المومنون کی آخری آیات کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اس کی آیات 84 تا 100 کا مطالعہ ہم نے کر لیا تھا، آج اس کے بعد کی چند آیات پر گفتگو ہوگی، ان شاء اللہ۔ گزشتہ جمعہ یہ بتایا گیا تھا کہ کائنات کے بنیادی حقائق انسان کی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ انسان فطرتاً اپنے رب کو جانتا اور توحید باری تعالیٰ تک رسائی رکھتا ہے۔ اس کی عقل بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ البتہ جب وہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو یہاں اس پر جو مادیت کے پردے پڑے ہوتے ہیں، وہ اس کے اللہ تک پہنچنے اور کائنات کے ازلی حقائق تک رسائی میں مانع ہوتے ہیں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ آیا وہ عقل و فطرت کے اشاروں کی مدد سے حقیقت تک پہنچتا ہے یا پھر حیوانوں کی سی زندگی گزارتا ہے۔ گویا امتحان زندگانی میں عمل کے امتحان سے بھی پہلے اُس کی عقل اور اُس کی سوچ کا امتحان ہوتا ہے۔ ایک انسان جو قرآن حکیم کے بیان کے مطابق چالیس سال تک کی عمر کو فکری بلوغت کو پہنچ جاتا ہے، اگر اُس کی فطرت کسی بھی درجے میں سلامت ہو اور وہ کائنات کے حقائق پر غور کرے تو اُسے یہ حقائق ضرور یاد آ جائیں گے بشرطیکہ وہ تعصبات کا شکار نہ ہو۔ اُسے اس حقیقت کا ادراک حاصل ہو جائے گا کہ میرا خالق و مالک ایک اللہ ہے، اسی نے ساری کائنات کو تھاما ہوا ہے اور وہی تدبیر امر کرتا ہے۔ وہی میرا رازق، حاجت روا، مشکل کشا ہے۔ وہی کل اختیار کا مالک ہے۔ قرآن حکیم انہی بنیادی حقائق کی تذکیر کرتا ہے۔ اُس نے مشرکین کے بارے میں بھی آپؐ سے کہا کہ اگر آپؐ ان مشرکوں سے یہ سوال کریں کہ زمین اور آسمان کا خالق و مالک کون ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے۔ یہ جاننے کے باوجود وہ شرک اس لئے کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے اوپر تعصبات کے دبیز پردے ڈال رکھے تھے۔ افسوس کہ آج کا انسان جو ایٹم کو توڑ کر دیکھنے کے لئے تیار ہے لیکن اُس نے اپنے لئے عقلی سفر کے دروازے بند کر رکھے ہیں، اور کائنات کے اصلی حقائق کی طرف دیکھنے اور غور کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔

اب آیئے! آج کی زیر مطالعہ آیات کی طرف! فرمایا:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ (۱۰۱)﴾

”پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“

پچھلی آیت میں برزخ کا ذکر تھا جس کی مختصر وضاحت کر دی گئی تھی۔ یہاں ایک مرتبہ پھر قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جب دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا تو تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں آ کھڑے ہوں گے۔ اس روز خوف اور دہشت کی جو کیفیت ہوگی وہ ناقابل بیان ہے۔ ایک ہی نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ سارے نسب اور دامادی تعلقات ختم ہو جائیں گے۔ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ لوگ ایک دوسرے کو پریشانی میں دیکھ رہے ہوں گے، مگر ہر آدمی کو خود جو غم اور خوف لاحق ہوگا، اس کی بنا پر اُسے دوسروں سے کوئی غرض نہ ہوگی۔ ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی۔ اولاد ماں باپ سے، بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے کوئی سروکار نہ رکھے گا۔ جب عذاب جہنم سامنے نظر آ رہا ہوگا تو مجرمین خواہش کریں گے کہ کاش، میری اولاد بلکہ پوری دنیا کو میری طرف سے بطور فدیہ قبول کر کے مجھے نار جہنم سے بچا لیا جائے، مگر ایسا نہ ہوگا۔ سورۃ المعارج میں روز قیامت کی نفسا نفسی اور لوگوں کے احساسات کا ذکر بایں الفاظ آیا ہے۔

﴿وَلَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا (۱۰) یُّبَصَّرُوۡنَہُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ (۱۱) وَصَاحِبَتِہٖ وَاَخِیۡہِ (۱۲) وَفَصِیۡلَتِہِ الَّتِیۡ تُـْٔوِیۡہِ (۱۳) وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ ثُمَّ یُنۡجِیۡہِ (۱۴) کَلَّا ؕ اِنَّہَا لَظٰی (۱۵) نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی (۱۶)﴾

”اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں نہ ہوگا (حالانکہ) ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔ (اس روز) گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دے دے (یعنی) اپنے بیٹے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا، اور جتنے آدمی زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ) دے دے اور اپنے تئیں عذاب سے چھڑا لے، (لیکن) ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے، کھال ادھیڑ ڈالنے والی۔“

یہی مضمون سورۂ عبس میں ان الفاظ میں آیا ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ (۳۳) یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ (۳۴) وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ (۳۵) وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیۡہِ (۳۶) لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡہِ (۳۷)﴾

”تو جب (قیامت کا) شور و غل مچے گا، اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لئے) بس کرے گا۔“

آگے وزن اعمال کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (۱۰۲)﴾

”تو جن کے (عملوں کے) بوجھ بھاری ہوں گے وہ فلاح پانے والے ہیں۔“

روز محشر فیصلہ کن میزان نصب ہوگی اور انسان کے اعمال تولے جائیں گے، اور وہی لوگ کامیابی سے نوازے جائیں گے جن کے اعمال صالحہ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ اعمال میں وزن کیسے پیدا ہوتا ہے؟ یہ بہت اہم سوال ہے۔ اس لئے کہ اگر اعمال میں وزن ہی نہ ہوگا تو پھر آخرت میں اُن کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اعمال میں وزن پیدا کرنے والی پہلی اور اساسی چیز ایمان ہے۔ انسان خواہ کتنا بڑا نیک عمل کیوں نہ کرے اگر وہ ایمان سے محروم ہے تو اس کا عمل بالکل بے وزن

ہو گا۔ پس عمل کے نیک اور وزنی ہونے کی شرط اوّل ایمان ہے۔ اس کے بغیر عمل کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ ایسے لوگوں کے اعمال تو لے ہی نہیں جائیں گے۔ سورۃ الکہف میں فرمایا گیا:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (۱۰۵) ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا (۱۰۶)﴾

’’یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا۔ تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے، یہ ان کی سزا ہے (یعنی) جہنم، اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی۔‘‘

وزن اعمال کے ضمن میں دوسری اہم شے اخلاص ہے۔ عمل تب ہی معتبر اور وزنی ہو گا جب خالصتاً رضائے الٰہی کے جذبہ سے کیا جائے گا۔ اگر نیکی سے مقصود ریا کاری ہے، تو ایسی نیکی ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ ریا کاروں کی نیکیاں رائیگاں جائیں گی۔ اُن کی یہ نیکیاں سراب کی مانند ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ریا کاروں کے بڑے بڑے اعمال کی مثال ایسے ہی ہے جیسے راکھ کا ڈھیر کہ جب تیز آندھی چلتی ہے تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تو ریا کاری کی نیکی محض دھوکہ ہے۔ یہ مضمون ایک حدیث میں تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ منبر پر بیٹھ کر فرما رہے تھے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔ لہٰذا اگر کسی کی ہجرت اس لیے ہو کہ دنیا حاصل کر لے یا کسی عورت سے نکاح کر لے تو اس کی ہجرت درحقیقت اسی چیز کے لیے ہو گی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔ (یعنی تمام امور کا دارومدار صرف نیت پر ہے۔ اگر نیت دنیوی ہے تو دینی ثواب نہیں ملے گا اور اگر دین کے لیے کسی کام کی نیت کی ہے تو اس کا ثواب ملے گا۔) (صحیح بخاری)

اعمال میں وزن پیدا کرنے والی تیسری چیز وہ حالات ہیں جن میں انسان نے نیکی کی ہے۔ اگر ایک معاشرے میں اللہ کا دین غالب ہے۔ ہر طرف نیکی کا راج ہے۔ منکرات کا خاتمہ ہو گیا ہے اور گناہ کرنا مشکل ہے۔ ایسے ماحول میں نیکی بھی یقیناً نیکی ہے، جس کا اجر اللہ کے ہاں ملے گا۔ لیکن ایک نیکی وہ ہے جو انتہائی ناموافق حالات میں کی جائے۔ جیسے آج دجالی فتنے کا دور ہے، اور اس میں نیکی کرنا انتہائی مشکل ہو رہا ہے۔ تو ایسے حالات میں جو نیکی کا کام کیا جائے گا، اس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہو گا۔

چوتھی چیز جو وزن اعمال کے سلسلے میں خاص اہمیت کی حامل ہے وہ آدمی کے ذاتی حالات ہیں۔ ایک آدمی کے حالات اچھے ہیں، اور وہ نیکی کر رہا ہے تو اگرچہ اس کی بھی نیکی کا اجر ہے، لیکن وہ شخص جو انتہائی ناموافق ماحول اور حالات میں راہ حق پر آنے کے لئے سخت محنت کرتا ہے اس کی نیکی کا اجر یقیناً بہت زیادہ ہے۔ غزوۂ تبوک میں انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں ایک صحابی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان عام فرمایا کہ ہر شخص جنگ کے لئے نکلے الّا یہ کہ ضعیف یا بیمار ہو، دوسرے چونکہ طویل ترین سفر اور سلطنت روما سے ٹکراؤ کا مرحلہ درپیش تھا اور ساز و سامان بھی کافی درکار تھا، لہٰذا آپ صحابہ کرامؓ کو ترغیب دے رہے تھے کہ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ انفاق کریں۔ چنانچہ اس موقع پر آسودہ حال صحابہ کرامؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ حضرت عمر فاروق ؓ اپنے گھر کا آدھا سامان لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنا سارے کا سارا اثاثہ نذر کر دیا اور گھر میں جھاڑو پھیر دی۔ غریب صحابہؓ نے محنت مزدوری کر کے جو کچھ کمایا لا کر حاضر کر دیا۔ ایک صحابیؓ نے رات بھر ایک باغ میں پانی سینچا اور اس کے معاوضہ میں انہیں جو کھجوریں ملیں وہ لا کر خدمت اقدس میں پیش کر دیں۔ اس پر منافقین کی جانب سے فقرے چست کئے جانے لگے کہ ان چند صاع کھجوروں سے تبوک کی مہم سر ہو گی۔ مگر حضور ﷺ نے اس کی اتنی قدر افزائی کی کہ فرمایا کہ ان کھجوروں کو سامان کے پورے ڈھیر پر بکھیر دو، یہ سارے ڈھیر پر بھاری ہیں۔ یہ ہے اللہ کے ہاں وزن اعمال کا پیمانہ! پس اللہ کے ہاں وہی لوگ کامیاب ہوں گے جن کے اعمال صالحہ کا پلڑا بھاری ہو گا۔ جن کے اعمال صالحہ کا پلڑا ہلکا ہو گا وہ سخت گھاٹے میں ہوں گے، اور جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آگے فرمایا:

﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)﴾

’’اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے وہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگ ان کے مونہوں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھائے ہوں گے۔‘‘

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔ انبیاء و رسل انہیں بندگی رب کی دعوت دیتے رہے۔ اللہ نے ان کی رہنمائی کے لئے کتابیں نازل کیں، مگر انہوں نے آسمانی ہدایت کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ نتیجتاً جہنم کا ایندھن بنے۔ جہنم کی آگ اُن لوگوں کے چہروں کو جھلس رہی ہو گی اور اُن کے حلیے بگڑ رہے ہوں گے۔ اہل جہنم اللہ سے نار جہنم سے نجات کی التجا کریں گے۔ جہنم میں جانے والا ہر شخص یہ کہے گا کہ میرا سارا مال و دولت اور تمام علائق دنیوی کو فدیے کے طور پر قبول کر کے کسی طرح میری جاں بخشی کر دی جائے، یا مجھے ایک بار اور مہلت دے دی جائے لیکن اُس کی یہ باتیں ہرگز مسموع نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

﴿ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۰۵)﴾

’’کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں۔ (نہیں) تم ان کو (سنتے تھے اور) جھٹلاتے تھے۔‘‘

اس پر مجرمین معذرت خواہانہ انداز میں کہیں گے

﴿ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (۱۰۶) رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (۱۰۷)﴾

’’کہیں گے اے ہمارے پروردگار، ہم پر ہماری کم بختی غالب ہو گئی اور ہم رستے سے بھٹک گئے، اے پروردگار ہم کو اس (جہنم) میں سے نکال دے۔ اگر ہم پھر (ایسے کام) کریں تو ظالم ہوں گے۔‘‘

یعنی مجرمین اعتراف کریں گے کہ خدایا تو نے یقیناً اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے ہمیں اس انجام بد سے اور زندگی کے ان حقائق سے مطلع فرما دیا تھا، مگر ہم ہی گم کردہ راہ تھے۔ ہم پر بدقسمتی غالب آگئی تھی، جس کی بنا پر ہم نے انبیاء و رسل کی طرف سے پیش کردہ دعوت حق کو جھٹلایا اور نتیجتاً عذاب ہلاکت سے دوچار ہوئے۔ خدایا، جو بات تیرے پیغمبروں نے سمجھائی تھی وہ اب ہمیں پوری طرح سمجھ آگئی ہے اور ہم پر حقیقت کھل گئی ہے۔ اے ہمارے پروردگار، از راہ کرم ہمیں ایک دفعہ اس عذاب سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ہم حق کو جھٹلائیں تو بڑے گناہ گار ہوں گے۔ پھر جو سزا چاہے، دیجئے گا۔ ہم مزید مہلت نہ مانگیں گے۔ اس پر اللہ فرمائے گا:

﴿ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۱۰۸) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۰۹) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ

تَضۡحَكُوۡنَ (١١٠) اِنِّیۡ جَزَیۡتُهُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ (١١١)

’’(اللہ) فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو، میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو تُو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم ان سے تمسخر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے میری یاد بھی بھول گئے۔ اور تم (ہمیشہ) ان سے ہنسی کیا کرتے تھے، آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلہ دے دیا کہ وہ کامیاب ہو گئے۔‘‘

تمہارے اعمال کا بدلہ یہ ہے کہ جہنم میں یونہی پڑے رہو، اور مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔ تمہاری بات ہرگز نہیں سنی جائی گی۔ تم لوگوں نے میری بندگی سے سرتابی کی۔ یہی نہیں بلکہ میرے اُن بندوں کا بھی مذاق اڑایا جو میری بندگی کے راستے پر گامزن رہے تھے، اور مجھ سے مغفرت اور رحمت کے طلب گار رہتے تھے۔ تم اُن لوگوں پر ہنستے رہے کہ یہ دقیانوسی ہیں، یہ پچھلے وقتوں کے لوگ ہیں۔ انہیں حالات کے تقاضوں کا پتہ ہی نہیں اور تم ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے رہے۔ تمہاری اس حرکت نے تمہیں میرے یاد سے غافل کئے رکھا۔ یاد رکھو، آج جب کہ تمہیں عذاب کا سامنا ہے میں اپنے ان بندوں کو جنہوں نے تمہاری ناروا باتوں پر اور راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب پر صبر کیا تھا، اجر عظیم سے نوازوں گا۔ وہ تمہارے برعکس آج سرخرو ہوئے ہیں اور اُن کے لئے ابدی کامیابی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی آگ سے بچائے اور اپنے کامیاب بندوں میں شامل کرے۔ (آمین)

[مرتب: ابو اکرام]

## پریس ریلیز (07- جنوری 2013ء)

**حافظ عاکف سعید**

### نائن الیون کا واقعہ عالم اسلام کے خلاف انسانی تاریخ کی سب سے بڑی سازش تھی

### ’’سب سے پہلے پاکستان‘‘ کا نعرہ دینی نقطۂ نگاہ سے جرم عظیم اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف تھا

نائن الیون کا واقعہ عالم اسلام کے خلاف انسانی تاریخ کی سب سے بڑی سازش تھی۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ ٹوئن ٹاور گرانے کے پیچھے یہودی ذہن کارفرما تھا۔ اس واقعے میں مسلمانوں کا کوئی کردار نہیں تھا۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن آڈیٹوریم میں ’’امریکی جنگ میں ہمارا تعاون‘ دو انتہا پسندانہ رویئے‘‘ کے موضوع پر خصوصی خطاب میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہود کا اصل ایجنڈا دنیا کو معاشی شکنجے میں جکڑنا‘ قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ کو گرا کر تھرڈ ٹمپل کی تعمیر اور گریٹر اسرائیل کا قیام ہے۔ یہود اس ایجنڈے کی تکمیل میں عرب مجاہدین کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں، لہٰذا انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا ہدف صرف اور صرف مسلمان ہیں۔ یہود کی نظر میں قرآن پاک کو اللہ کی کتاب ماننے والا ہر فرد دہشت گرد ہے۔ مسلمانوں کے خلاف تمام سازشوں کا ’’ماسٹر مائنڈ‘‘ یہودی ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ نائن الیون کے بعد جنرل پرویز مشرف نے اسلام اور عالم اسلام سے بے وفائی کرتے ہوئے ’’سب سے پہلے پاکستان‘‘ کا نعرہ لگایا جو دینی نقطۂ نگاہ سے جرم عظیم اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مشرف نے امریکی غلامی میں بیرونی خفیہ ایجنسیوں کو ملک میں کھل کھیلنے کا بھرپور موقع دیا۔ اسی جرم کی پاداش میں اس وقت پاکستان زلزلوں‘ سیلاب‘ ٹارگٹ کلنگ‘ باہمی قتل و غارت‘ معیشت کے دیوالیہ پن‘ بے روزگاری‘ بجلی‘ پانی اور گیس کے شدید اور بدترین بحرانوں کی لپیٹ میں ہے۔ حافظ عاکف سعید نے ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے دوسرے انتہا پسندانہ رویے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو کافر قرار دینا بہت بڑا جرم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انتہائی منافقانہ کردار ادا کرنے والوں کی بھی تکفیر نہیں فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ایسی انتہا پسندانہ سوچ قرآن و حدیث کا سطحی مطالعہ کرنے اور اس سے حاصل شدہ نتائج کو حتمی اور حرف آخر سمجھنے والوں کے ہاں پروان چڑھتی ہے۔ شمالی وزیرستان میں ایک طبقہ حالات کے ردعمل کا شکار ہو کر ایسے انتہا پسندانہ خیالات کو فروغ دے رہا ہے۔ بدقسمتی سے مختلف جہادی گروپوں سے وابستہ نوجوانوں میں یہ فکر بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ایسے نوجوان شدت جذبات میں غیر دانستہ طور پر اسلام دشمن طاقتوں کا آلہ کار بن کر تخریبی کارروائیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اور ملک میں امن عامہ کو تہہ و بالا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ اس وجہ سے اسلام اور مسلمان دنیا بھر میں بدنام ہو رہے ہیں اور اسلام دشمن طاغوتی قوتیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

## پریس ریلیز (11- جنوری 2013ء)

### قائداعظم سے متعلق متنازعہ بیانات دے کر الطاف حسین تقسیم ہند اور قیام پاکستان ہی کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں

قائداعظم کی شخصیت کو متنازعہ بنانا قابل مذمت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ قائداعظم ہندوستان کے حالات سے مایوس ہو کر برطانیہ واپس چلے گئے تھے۔ اُنہیں تو علامہ اقبال ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی دلانے کے لئے برطانیہ سے دوبارہ کھینچ کر ہندوستان لائے۔ پاکستان ابھی وجود میں نہیں آیا تھا، لہٰذا قائداعظم کے پاس برطانیہ کی شہریت اور وہاں کا پاسپورٹ ہونا ایک قابل فہم بات ہے۔ اُنہوں نے ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کے قائداعظم کے بارے میں بیان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ الطاف حسین تقسیم ہند اور قیام پاکستان ہی کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے ملک بھر میں دہشت گردی کی کارروائیوں اور ایک دن میں ایک سو سے زائد ہلاکتوں پر افسوس اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کا باہمی قتل و غارت ظاہر کرتا ہے کہ ہم اہلِ پاکستان اپنی بداعمالیوں اور کرتوتوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ اُنہوں نے لائن آف کنٹرول پر بھارتی جارحیت پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ بھارت ہمارے اندرونی حالات اور ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا اس وقت ملک میں اتحاد اور یکجہتی کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن اتحاد اور یکجہتی کے لئے کوئی مشترک بنیاد اور قدر ہونی چاہیے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں کے عوام کے درمیان اسلام کے سوا اتحاد یا یکجہتی کی کوئی دوسری بنیاد موجود نہیں۔ اگر ہم اسلام کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تو پاکستان کو جنت نظیر بنایا جا سکتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکز شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

# غزوۂ حنین میں کامیابی کی وجوہات

حافظ محمد مشتاق ربانی

حنین ایک وادی کا نام ہے۔ یہ طائف سے مکہ کی جانب تین میل کی مسافت پر واقع ہے۔ غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ اوطاس بھی ہے۔ یہ غزوہ قبیلہ ہوازن کے خلاف لڑا گیا جو قریش کی طرح ایک طاقتور قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کا نوجوان سردار مالک بن عوف نصری تھا۔ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ان کے ساتھ قبیلہ ثقیف اور دیگر قبائل بھی شامل ہو گئے۔ جنگ کی ابتدا اس موقع پر مسلمانوں نے نہیں کی بلکہ ہوازن نے کی۔ انہوں نے سوچا کہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے قبل ہم ان پر حملہ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ قریش جیسا قبیلہ مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہو گیا ہے اور مکہ فتح ہو گیا ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ مسلمانوں کا اگلا ہدف ہم ہوں۔ لہٰذا مسلمانوں سے پہلے ہم ہی ان پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اس جنگ کے لیے مالک بن عوف نے بنو جُشَم کے دُرَید بن صِمّہ سے مشاورت کی اور راہنمائی لی کیونکہ وہ ان میں نہایت صائب الرائے، زیرک اور دانشور سمجھا جاتا تھا۔ ایسی مہمات میں اس سے خصوصی گائیڈنس لی جاتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی تیاریوں کی خبر پہنچی تو آپؐ نے عبداللہ بن ابی حَدرَد اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں معلومات کے لیے بھیجا۔ معلومات حاصل ہو جانے کے بعد آپؐ 6 شوال 8ھ کو بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے، جن میں سے دو ہزار اہل مکہ تھے۔ اس غزوہ میں مشرکین صرف چار ہزار تھے اور مسلمانوں کا ایک جم غفیر تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے صفوان بن امیہ سے جو مشرک تھا جنگ کے لیے زرہیں اور اسلحہ ادھار لیا۔ مسلمانوں نے جب اپنے لشکر کو کثیر دیکھا تو انہیں اپنی تعداد بھلی لگی۔ اس سے پہلے کسی بھی غزوہ کے موقع پر اُن کی اس قدر فوج نہ تھی۔ وہ کثرت تعداد کی بنا پر کہنے لگے: لَنْ نُغْلَبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ "آج ہم قلت تعداد کی بنا پر شکست سے دوچار نہ ہوں گے۔" نبی کریم ﷺ نے ان کے قول کی تائید نہ فرمائی بلکہ ان کے برعکس اظہار خیال کیا، اور بے زاری ظاہر کی۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کی کیفیت کا یوں تذکرہ کیا ہے: ﴿اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ (التوبہ) "جب تمہیں تمھاری کثرت نے عجب (فخر) میں مبتلا کر دیا"۔ یہ کثرت پر گھمنڈ مسلمانوں کے لیے مفید ثابت نہ ہوا۔ ﴿فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ "پھر وہ (کثرت) تمھارے کچھ کام بھی نہ آئی، اور زمین اپنی پوری کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی"۔ "شَيْئًا" سے تو بالکل نفی ہو گئی۔ غزوۂ بدر میں شیطان نے مشرکین کو کثرت کے دھوکہ میں ڈال دیا جب اس نے اُن سے کہا تھا "آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم غالب نہیں آ سکتا اور میں تمھارا ہمسایا ہوں"۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ مشرکین کثیر ہونے کے باوجود شکست سے دوچار ہوئے، اور شیطان ان کے کسی کام نہ آیا۔ اب یہاں اہل ایمان سے فرمایا کہ کثرت تعداد تمہارے کام نہ آئی، اور زمین پوری کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ یعنی تمہیں چھپنے کے لیے بھی جگہ نہیں مل رہی تھی اور تم نے دوڑ لگا دی: ﴿ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (۲۵)﴾ "پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔"

مسلمان جب وادی میں داخل ہوئے تو صبح کا وقت تھا، فجر سے تھوڑی دیر پہلے۔ ابھی اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کی طرف سے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ یکبارگی حملے کا سبق دُرَید بن صِمّہ نے ہوازن کو دیا تھا۔ مسلمان اس اچانک حملے سے گھبرا گئے۔ ان کے قدم پھسل گئے۔ وہ ادھر ادھر چلے گئے۔ صرف ایک سو افراد نبی کریم ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے، جن میں سے خاص طور پر اہل بیت کے افراد تھے۔ جیسے فضل بن عباسؓ، عباسؓ بن عبدالمطلب، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قائم رہے۔ اس نازک مرحلے میں جہاد میں شامل خواتین نے بھی میدان نہ چھوڑا، جیسے ام سلیم۔ بہر حال لشکر کی اکثریت منتشر ہو گئی۔ اس نازک مرحلہ پر اُن لوگوں کی زبان سے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، نہایت دلخراش باتیں بھی سنی گئیں۔ قربان جائیں عظمت رسول خداؐ پر کہ آپؐ ان حالات میں بھی ثابت قدم رہے۔ مسلمانوں کو دشمن کی طرف سے جو زک اٹھانی پڑی، یہ اختیار کردہ پالیسی کا نتیجہ نہیں تھی، ایسا وسوسہ بھی دل میں نہیں آنا چاہیے۔ آپؐ پر جنگی حکمت عملی ختم ہے۔ آپؐ سے بڑھ کر کسی کو جنگی مہارت حاصل نہیں ہے، کیونکہ آپؐ ایک تجربہ کار کمانڈر تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ وقتی اور عارضی ہزیمت سے دوچار کر کے مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اپنی ذات اور اپنے اسباب پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ایک مسلمان کی نگاہ صرف اللہ کی ذات پر ہو۔

اس موقع پر آپؐ کی شجاعت قابل مثال ہے۔ آپؐ نے دوبارہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا۔ آپؐ فرما رہے تھے: "انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب" آپؐ نے یہ بھی فرمایا: انا رسول اللہ / انا محمد بن عبداللہ اس سے لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ عباسؓ بن عبدالمطلب نے لوگوں کو بلایا، کیونکہ ان کی آواز نہایت بلند تھی۔ وہ لوگوں کو تاریخی واقعات کی یاد دلا کر بلا رہے تھے۔ انہوں نے صلح حدیبیہ کی یاد دلا کر کہا یا اصحاب الشجرۃ، اسی طرح انہوں نے کہا یا معشر المھاجرین، یا معشر الانصار۔ اسی طرح دوسرے مواقع اور القابات کو یاد کر کے پکارا، تاکہ لوگوں میں جوش و جذبہ اور ولولہ پیدا ہو۔ اس طرح لوگ آپؐ کے ارد گرد دوبارہ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ آپؐ نے اللہ سے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ نَصْرَكَ "اے اللہ اپنی مدد بھیج۔" آپؐ نے کفار کی طرف مٹی پھینکی۔ اب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں نے نہایت جم کر لڑائی کی۔ جب جنگ عروج پر تھی اور گھمسان کا رن پڑا تو آپؐ نے فرمایا: ((الان حمی الوطیس)) "اب جنگ کا تنور گرم ہوا ہے"۔ ہو سکتا آپؐ نے یہ بات اس وقت کہی ہو جب فرشتوں کا نزول ہوا ہو۔ یہ اسی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی مدد کی۔ یہ مدد اس طرح ہوئی کہ اللہ نے آپؐ اور اہل ایمان پر سکینت

اتاری اور ایسے لشکر اتارے جو نظر نہیں آ رہے تھے۔اس نصرت الٰہی سے کفار ہزیمت سے دوچار ہوئے۔اس موقع پر ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برس رہا تھا۔ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (26)﴾ (التوبہ) " تب اللہ نے اپنی تسکین اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل کی اور وہ لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھ رہے تھے اور ان کو جو کافر تھے عذاب دیا اور یہی کافروں کی سزا ہے۔"

یہ سکینت اور جنود ہی تھے جنہوں نے کامیابی بنیادی کردار ادا کیا، کامیابی کا سبب لشکر کا زیادہ ہونا نہ تھا۔سکینت دلوں کے اطمینان کا نام ہے۔مصائب اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حوصلہ بڑھاتا اور ان سے گھبراہٹ دور کر دیتا ہے جس سے وہ پر وقار اور تازہ دم ہو جاتے ہیں۔مشکل حالات میں اطمینان کا حاصل ہونا، اللہ کی خاص عنایت ہوتی ہے۔یہاں خاص سکینت کا ذکر ہو رہا ہے۔مطلق سکینت تو نبی مکرم ﷺ کو حاصل تھی۔جنگ میں سب سے اہم چیز دلی اطمینان ہوتا ہے جو جنگ میں فتح کا سبب ہوتا ہے۔

جنود سے مراد ملائکہ کا نزول ہے۔فرشتوں کا ایک لشکر نہیں بلکہ کئی لشکر میدان میں اترے جو مسلمانوں کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔اس میں ایک بحث ہے کہ کیا فرشتوں نے عملاً لڑائی میں حصہ لیا یا وہ صرف کافروں کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے تھے،اس بارے میں اختلاف ہے۔بہر حال فرشتوں کے نزول سے مسلمانوں کو تقویت پہنچی اور ثابت قدمی حاصل ہوئی۔بدر کے میدان میں فرشتے عملاً لڑے۔بدر اور حنین میں سات سال کا فرق ہے، دونوں میں فرشتوں کا نزول ہوا۔علامہ اقبال مرحوم نے بھی ''پس چہ باید کرد'' میں بدر وحنین کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے ،فرماتے ہیں :

گرمیٔ ہنگامۂ بدر وحنین۔

جنگ حنین میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں ایک عورت قتل ہوئی۔آپ ؐ کو بڑی حیرت ہوئی اور آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہوا۔لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت خالد کے ہاتھوں قتل ہوئی ہے۔آپؐ نے حضرت خالد کو پیغام بھجوایا کہ میری طرف سے منع کیا گیا تھا کہ کسی بچے، کسی عورت اور کسی غلام کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

اسی غزوہ میں شیماء بنت حارث بن عبد العزیٰ مسلمانوں کی قید میں آئی تو گرفتاری کے موقع پر اس نے کہا: میں محمد ﷺ کی رضاعت میں بہن ہوں۔لیکن مسلمانوں نے اس کی بات کو سچا نہ مانا۔جب اسے رسول اللہؐ کے پاس لایا گیا تو اس نے بتایا کہ میں آپ ؐ کی دودھ شریک بہن ہوں۔آپؐ نے اس سے کوئی نشانی پوچھی تو شیماء نے اپنی نشانی فوراً بتا دی (یہ اس دور کی بات ہے جب آپؐ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں بھیجے گئے )۔نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے۔آپؐ نے اپنی چادر بچھائی اور ان سے بڑے احترام سے پیش آئے۔ پھر اسے اختیار دیا چاہے تو ہمارے پاس ٹھہر جائے اور اس صورت میں اُسے بڑے احترام اور محبت کی یقین دہانی کرائی اور چاہے تو اپنی قوم کے پاس لوٹ جائے۔اس نے اپنی قوم کے پاس جانے کو پسند کیا۔آپؐ نے اسے بڑے وقار سے سامان دے کر اس کی قوم کی طرف رخصت کر دیا۔قبیلہ بنو سعد کہتے ہیں کہ آپؐ نے شیماء کو ایک غلام عنایت فرمایا جو مکحول کے نام سے پکارا جاتا اور ایک کنیز۔شیماء نے ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی۔ابو عمر کا بیان ہے کہ شیماء اسلام میں داخل ہوگئیں۔نبی کریم ﷺ نے اسے خدمت کے لیے تین غلام، ایک کنیز اور دیگر سامان عنایت فرمایا،اور آپؐ نے اس کا نام حذافہ رکھا۔شیماء السعدیہ جنگ میں اکیلی گرفتار نہیں ہوئی تھی بلکہ بہت سی خواتین قید ہوئیں ۔ مالک بن عوف نصری کو دُرید نے سمجھایا بھی تھا کہ خواتین وغیرہ کو میدان جنگ میں نہ جھونکیں،اس سے رسوائی ہو سکتی ہے لیکن اس نے دُرید کی اس بات کو نظر انداز کر دیا۔بالآخر دُرید کی بات سچ ہوئی۔خواتین کو ساتھ لانے سے ان مشرکین کا بہت نقصان ہوا۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عورت کو نہایت عزت واحترام سے دیکھا جاتا ہے۔جنگ جیسے مشکل وقت میں بھی اخلاقیات کا دامن تھامنے کی تاکید ہے۔مسلمان کفار سے جہاد جاری رکھیں لیکن انہیں کسی مرحلے میں ایسا اقدام نہیں اٹھانا چاہیے جو اسلام اور مسلمانوں کی بدنما تصویر پیش کرے۔جہاد تو جاری رہنے والا عمل ہے۔اس میں کسی دور میں بھی انقطاع نہیں ہے۔اخلاقیات اور جہاد کے رک جانے سے اسلام کی پذیرائی میں فرق پڑ جاتا ہے۔جہاد کی حیثیت دین میں وہی ہے جو جسم میں خون کی ہے۔اگر جہاد کے کسی مرحلہ میں کوئی غیر معقول حرکت سرزد ہو جائے تو مجاہدین کو فوراً اس کا ازالہ کرنا چاہیے اور اس کی مذمت کرنی چاہیے اور آئندہ ایسا لائحہ عمل طے کرنا چاہیے کہ ایسی حرکات نہ ہوں۔اس طرح کے واقعات اور سانحات سے بچنے سے اسلامی تحریک اور مسلمانوں کے مفادات کو تقویت پہنچے گی۔ایسا ہرگز نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس جنگ میں اخلاقیات کا دامن چھوڑ دیا بلکہ اس جنگ میں ان کی طرف سے بڑے حوصلے کا مظاہرہ ہوا۔انہوں نے قید میں آئے ہوئے لوگوں کو آزادی دی۔اس وسیع الظرفی کو دیکھ کر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ہوازن کا سردار مالک بن عوف بھی نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ ظرفی اور بلند حوصلگی دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح میدان بدر میں، احزاب میں، بنو نضیر اور بنو قینقاع کے اخراج میں، بنو قریظہ کو عبرت ناک سزا دینے میں، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ کے مواقع پر مسلمانوں کی مدد کی، اسی طرح حنین میں بھی مدد کی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾ (التوبہ:25) ''اللہ نے تمہاری اکثر موقعوں پر کفار کے مقابلہ میں مدد کی اور حنین کے دن بھی''۔اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی کیوں نہ مدد کرے،اس کا تو اہل ایمان سے وعدہ ہے کہ وہ ان کی مدد کرے گا جو اس کے کلمہ کی سربلندی کے لیے جدوجہد کریں گے۔جو شخص اللہ کا کام کرتا ہے، اللہ کی حمایت ونصرت ضرور اس کے شامل حال ہوتی ہے۔فتح کا خزانہ صرف اللہ کے پاس ہے۔وہ جسے چاہے فتح دلا دے۔وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ہمیں اللہ کی رضا کے لئے اُس کے دین کا علم بلند کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ جس سے اپنا کام لے، وہ بہت خوش نصیب ہوتا ہے،اور پھر جہاد جیسا کام، یہ تو بہت بڑی بات ہے ۔بے شک آج ہمارے پاس جہاد کے لیے اس قدر جدید وسائل نہیں ہیں جس قدر اہل کفر اور مسلمانوں کے مخالفین کو حاصل ہیں، مگر ایسے حالات میں بھی ہمیں جہاد جاری رکھنا ہے،اور دشمن کی ٹیکنالوجی سے مرعوبیت کی بجائے اللہ پر توکل کرنا ہے۔اگرچہ جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی ہمیں حاصل ضرور کرنی چاہیے،مگر یقین یہ ہونا چاہیے کہ فتح اور شکست فوج کی کثرت تعداد اور جدید ٹیکنالوجی میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے وابستہ ہے۔

❁ ❁ ❁

# حضرت امام مالکؒ

فرقان دانش

حضرت امام مالکؒ 93 ہجری (674ء) میں مدینہ منورہ کے شمال میں 23 فرسخ کے فاصلے پر ایک مقام ذوالمروۃ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام انسؒ تھا۔ آپؒ کی پیدائش و پرورش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو علم حدیث میں مشغول رہتا تھا۔ آپؒ کے دادا مالک بن ابی عامرؒ بڑے تابعین اور علماء میں سے تھے، جنہوں نے حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایتیں بیان کی ہیں۔ آپ کے والد انسؒ حدیث میں بہت زیادہ مشغول نہیں تھے۔ انس حرب کے باشندے تھے اور تیر بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ کے بھائیوں میں ''نضر'' علم حدیث میں مشغولی کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ جب امام مالکؒ نے علماء کی خدمت میں رہنا شروع کیا تو نضر کے بھائی کے نام سے پہچانے جانے لگے۔ بعد میں یہ اپنے بھائی سے زیادہ مشہورہ ہوگئے، اور نضر کا ذکر مالک کے بھائی کے نام سے کیا جانے لگا۔ مدینہ منورہ کے زیر سایہ ان کی خوبیاں روزافزوں ترقی کرتی گئیں۔ حضرت امام مالکؒ نے بچپن ہی میں قرآن شریف حفظ کرلیا۔ اس کے بعد حدیث کے حفظ میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ چھوٹی عمر ہی میں علماء کی مجالس میں بیٹھنے لگے تھے۔ جو کچھ سیکھتے اسے لکھ لیتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ امام ابوحنیفہ سے 13 سال چھوٹے تھے۔ امام مالکؒ نے 900 سے زائد اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ آپؒ مدینہ منورہ میں جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا۔ آپؒ علم دین کی طلب میں سرمایہ کی کمی کی وجہ سے مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب اور دوسرا سامان خریدتے تھے۔ آپؒ نے سترہ سال کی عمر میں درس دینا شروع کیا۔ آپؒ حدیث مبارکہ سنانے میں اس قدر ادب فرماتے کہ سنانے سے پہلے غسل فرماتے، نئے کپڑے پہنتے، عمامہ باندھتے اور خوشبو لگاتے تھے۔ آپؒ نے کبھی مدینہ طیبہ میں سواری نہیں کی۔ فرماتے کہ جس شہر میں جسم مبارک رسول اللہ ﷺ ہو وہاں سوار ہو کر چلنا خلاف ادب ہے۔ آپؒ قضاء حاجت کے لئے حدودِ حرم سے باہر تشریف لے جاتے۔ ایک بار خلیفہ بغداد ابوجعفر منصور مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا اور حضرت امام مالکؒ سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی آواز بلند ہوگئی تو آپؒ نے فرمایا: اے امیر المومنین! حضور ﷺ کا ادب و احترام اب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ظاہری حیات میں تھا، اس لئے اپنی آواز بلند نہ کرو۔ یہ سن کر خلیفہ منصور بالکل خاموش ہوگیا۔

امام مالکؒ حصول تعلیم کے ابتدائی دور میں حضرت ربیعہ رائیؒ کے درس میں بیٹھتے تھے جو مسجد نبویؐ میں درس دیتے تھے۔ ابوعثمان ربیعہ رائیؒ قاضی مدینہ تھے اور تابعین میں سے تھے۔ ان کے بارے میں امام مالکؒ لکھتے ہیں کہ ان کے والد ''فرخ'' ان کی پیدائش سے پہلے بیوی کو 30 ہزار دینار دے کر خود جہاد کے لئے ایک محاذ پر چلے گئے تھے۔ ''فرخ'' کی واپسی 27 برس بعد ہوئی، اس دوران ربیعہؒ والدہ کی اعلیٰ تربیت اور محنت کے نتیجہ میں اعلیٰ تعلیم پا کر بلند عالم بن چکے تھے۔ ان کے والد گھر واپس آئے تو بیٹے کے متعلق پوچھا تو والدہ نے بتایا کہ پڑھانے گئے ہیں۔ اشرفیوں کے متعلق پوچھا تو جواب ملا کہ وہ خرچ نہیں کیں بلکہ حفاظت سے دفن کر دی ہیں۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت ہوگیا تو وہ نماز ادا کرنے مسجد نبویؐ چلے گئے۔ نماز کے بعد بیٹے کو درس دیتے دیکھا تو خوش ہوئے۔ بیوی نے ان سے پوچھا اب بتاؤ وہ اشرفیاں پسند ہیں یا یہ علم و فضل کا خزانہ۔ فرخ نے کہا کہ اس دولت کے مقابلہ میں ہر دولت ہیچ ہے۔

امام مالکؒ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بڑی تعداد میں تابعین موجود تھے۔ امام مالکؒ ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ان میں سے آپؒ نے ابن ہرمز کی شاگردی اختیار کرلی اور اس زمانے میں کسی دوسرے کو استاد نہیں بنایا۔ ان سے انہوں نے لوگوں کے اختلاف کے متعلق علم سیکھا اور اہل ہوس کے اعتراضات کو رد کرنے کا طریقہ سیکھا۔ امام مالکؒ نے صحابہؓ کے فتاویٰ جمع کیے، اور ان تابعینؒ کے بھی جن سے ملاقات نہیں کی تھی۔ آپؒ نے حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہؓ کے فتووں کے علاوہ حضرت ابن مسیبؒ کے فتوے بھی جمع کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعین کی فقہ کی طرح مالکی فقہ اصولوں اور استنباط کے لئے ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام مالکؒ کبھی علم حدیث حاصل نہیں کرتے جب تک وہ سکون کے ساتھ بیٹھے ہوئے نہ ہوں۔ آپؒ پریشانی اور بے چینی کے عالم میں کبھی حدیث کا سبق نہ پڑھتے تھے۔ اسی طرح امام مالکؒ کا قول ہے: ''یہ علم دین ہے، اس لیے غور کرو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو۔ میں نے ستر افراد دیکھے جو مسجد نبویؐ کے ستونوں کے پاس بیٹھ کر احادیث بیان کیا کرتے تھے، لیکن میں نے ان سے کچھ نہیں لیا، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اگر بیت المال پر مقرر کر دیا جاتا تو امین ہوتا۔ البتہ ان لوگوں کا یہ درجہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا سبق ان سے لیا جاتا۔''

حضرت امام مالکؒ نے دو اسلامی حکومتیں دیکھیں۔ آپؒ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کی مملکت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ آپؒ نے دور اموی اور دور عباسیہ دیکھا۔ آپؒ حکومت وقت کے کاموں میں مداخلت نہیں کرتے تھے بلکہ نقصان دہ چیزوں میں سے سب سے کم نقصان دہ چیز کو قبول کر لیتے تھے۔ امام مالکؒ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ ولید کے بعد ان کا بھائی سلیمان حاکم بنا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور خلافت انتہائی مختصر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد کوئی اموی خلیفہ ان کی راہ پر نہیں چلا، بلکہ امت کے لئے مصائب اور خرابیاں جمع کیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں بادشاہوں کے مظالم کے پیش نظر کہ خون رائیگاں نہ بہے، ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے باوجود 146ھ میں دورِ عباسی میں ابو جعفر منصور نے آپؒ پر کوڑوں کی تعزیر جاری کی۔ ایک دینی مسئلے میں اختلاف کرنے پر آپؒ کو خچر پر سوار کرا کے پھرایا گیا۔ اس کے بعد آپؒ کے ہاتھ پھیلا کر کوڑے مارے گئے یہاں تک کہ آپؒ کے دونوں مونڈھے اتر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بہترین حافظہ دیا تھا۔ جب کوئی چیز آپؒ توجہ سے سنتے تو پوری طرح سے اُسے حافظہ میں محفوظ رکھتے۔ یہاں تک کہ زہریؒ نے ان کے لئے کہا: ''تم علم کے ذخیرہ اندوز ہو، اور علم کے بہترین امانت دار ہو۔''

آپؒ کی مشہور و معروف تصنیف ''موطاء'' ہے۔ جس میں صحیح احادیث، خبریں، آثار اور صحابہؓ و تابعینؒ کے فتوے جمع کیے گئے ہیں۔ آپؒ کی دوسری کتاب ''المدونہ'' ہے جو آپؒ نے خود نہیں لکھی۔ بلکہ آپؒ کے شاگردوں نے آپؒ کی تعلیمات سے فتاویٰ اخذ کر کے یہ کتاب مرتب کی۔ آپؒ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، امام محمدؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپؒ کی وفات 86 سال کی عمر میں 179 ہجری (750ء) میں مدینہ میں ہوئی۔ آپؒ کا مدفن جنت البقیع میں ہے۔

### معمارِ پاکستان نے کہا:

وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک اُمت۔

اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء



# لانگ مارچ کیا رنگ لائے گا؟

## خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

شرکاء:
بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
ایوب بیگ مرزا
میزبان: وسیم احمد

**سوال** : ڈاکٹر طاہر القادری نے خود ساختہ جلاوطنی سے واپسی پر مینارِ پاکستان اور پھر ایم کیو ایم کے تعاون سے کراچی میں کامیاب جلسے کے بعد حکومت کو نظام کی درستی کے لیے 10 جنوری کی مہلت دی۔ آپ کے خیال میں ڈاکٹر صاحب کس کے ایجنڈے پر ہیں اور انہیں کس کی پشت پناہی حاصل ہے؟

**ایوب بیگ مرزا** : مجھے بھی اس بات پر شدید حیرت ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری جو گزشتہ کئی سالوں سے مینارِ پاکستان پر متواتر عید میلاد النبیؐ کے جلسے کیا کرتے تھے گزشتہ دو سالوں سے وہ پاکستان تو تشریف نہیں لائے البتہ اس دوران عید میلاد النبیؐ کے موقع پر ٹیلی فونک خطاب کرتے رہے۔ لیکن اب وہ نہ صرف خود تشریف لائے ہیں بلکہ انتخابی اصلاحات کے لئے لانگ مارچ بھی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ پرویز مشرف کے دور میں وہ قومی اسمبلی کے ممبر بنے تھے مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنی نشست سے استعفا دے کر کینیڈا چلے گئے اور وہاں کی شہریت حاصل کر لی۔ اب یہ دوہری شہریت کے حامل ہیں۔ اُنھوں نے اچانک 23 دسمبر کو اپنی پاکستان آمد اور جلسے کا اعلان کر دیا اور اس ضمن میں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں دس بڑے جلسوں پر جتنا سرمایہ آج تک خرچ ہوا ہے، اس کے برابر پیسہ اُنہوں نے اپنے ایک جلسے پر خرچ کر ڈالا۔ ان گزشتہ جلسوں میں بھٹو، نواز شریف، بے نظیر اور عمران خان کے جلسے بھی شامل ہیں۔ قادری صاحب کے جلسے کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی گئی۔ الیکٹرانک میڈیا پر جہاں چند منٹوں کا اشتہار بھی انتہائی مہنگا ہوتا ہے، وہاں بار بار قادری صاحب کے جلسے کا اشتہار چلتا رہا۔ علامہ صاحب بنیادی طور پر ایک مذہبی سکالر ہیں۔ ہمارے دین میں اسراف و تبذیر کی جو صریح ممانعت ہے، ان سے بہتر کون جانتا ہوگا۔ جتنا سرمایہ اس ایک جلسے پر لٹایا گیا ہے وہ سرمایہ کسی کارِ خیر اور ملکی فلاح و بہبود کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ علامہ صاحب کی جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور اس کا نام تحریک منہاج القرآن ہے، لیکن جس جماعت نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا ہے وہ ایم کیو ایم ہے جو ایک سیکولر جماعت ہے۔ جس کے قائد الطاف حسین کئی بار کہہ چکے ہیں کہ پاکستان کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے ملک کی سیاسی تاریخ گواہ ہے کہ اس طرح کی حکومت مخالف جتنی بھی تحریکیں چلیں اور جلسے جلوس نکلے ہیں، وہ کبھی فوجی اسٹیبلشمنٹ کی تائید اور حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہوئے۔ اِس نوع کے جلسے جلوس جنہیں ہم لوگ لانگ مارچ کا نام دیتے ہیں، درحقیقت ماؤزے تنگ نے شروع کیے تھے۔ ہم نے انہیں کافی بدنام کر دیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی اس تحریک کے پیچھے پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کا ہاتھ نہ ہوگا۔ اس لیے کہ علامہ صاحب ایک عرصہ سے کینیڈا میں مقیم ہیں اور ان کا ساتھ پاکستان کی ایک سیکولر جماعت ایم کیو ایم دے رہی ہے۔ ایم کیو ایم کے بانی الطاف حسین خود ایک عرصہ سے برطانیہ میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں اور کافی عرصہ سے پاکستان نہیں آئے۔ لہٰذا کسی بین الاقوامی ایجنسی کی پشت پناہی اور ترغیب کے بغیر ایم کیو ایم کسی مذہبی جماعت کا ہرگز ساتھ نہیں دے سکتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان مخالف بین الاقوامی ایجنسیاں پاکستان میں انارکی پھیلانا چاہتی ہیں، اور اِس مقصد کے لئے انہوں نے اِن دو جماعتوں کے سربراہوں کو استعمال کیا ہے جو بیرونِ ملک رہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پاکستان مخالف بین الاقوامی خفیہ ایجنسیاں ایسا کیوں کر رہی ہیں؟ میری ذاتی رائے میں امریکہ اور اس کے وہ اتحادی ممالک جو پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنا چاہتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر پاکستان میں صاف و شفاف الیکشن ہو گئے تو اِس کے نتیجے میں شاید پھر کوئی ایسا سیٹ اپ نہ بن سکے جو پرویز مشرف اور زرداری حکومتوں کی طرح کٹھ پتلی کی

حیثیت سے کام کر سکے۔ یعنی اگر کوئی حقیقی عوامی نمائندہ حکومت وجود میں آ گئی تو امریکی مفادات کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے کہ پاکستانی عوام میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حوالے سے امریکہ مخالف شدید جذبات پائے جاتے ہیں۔ ایک عوامی نمائندہ حکومت اس بات پر مجبور ہوگی کہ وہ امریکہ کی ہر بات میں ویسے ہی ہاں میں ہاں نہ ملائے جیسا کہ ماضی میں مشرف اور زرداری ملاتے رہے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں الیکشن نہ ہوں۔ پس علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی اس تحریک اور لانگ مارچ کے پیچھے کسی بہت بڑے ملک اور ایجنسی کی سرمایہ کاری ہے، جس میں CIA اور موساد بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس طرح کے چندے عوام سے اکٹھے نہیں ہو سکتے اور ایم کیو ایم تو ہر اس تحریک میں شامل ہو جائے گی جہاں اُسے اپنا مفاد نظر آئے گا۔

**سوال**: ڈاکٹر طاہر القادری کی کینیڈا سے واپسی پر پاکستان میں آئینی اصلاحات اور بہترین جمہوریت کے قیام کے لیے دیئے گئے روڈ میپ پر آپ کی کیا رائے ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: اس حوالے سے ڈاکٹر طاہر القادری کا پس منظر ذہن میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اُن کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے۔ انھوں نے دینی و دنیاوی علوم حاصل کیے ہیں۔ دینی حوالے سے وہ مختلف ٹی وی چینلز پر پروگرام بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح اُنھوں نے ایک سیاسی جماعت بھی بنائی جس کے تحت اُنھوں نے الیکشن بھی لڑا تھا۔ الیکشن میں علامہ صاحب کی جماعت کو قومی اسمبلی کی ایک سیٹ بھی ملی تھی۔ جس آئین کے خلاف وہ مہم چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں اُسی آئین کے تحت منعقدہ انتخابات میں وہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے تھے۔ بعد میں علامہ صاحب نے خود ہی قومی اسمبلی سے استعفادے دیا اور خود ساختہ جلاوطنی اختیار کر کے کینیڈا چلے گئے۔ اب واپس آ کر وہ خالصتاً دینی تحریک برپا کرنے کی بجائے آئین کی مخالفت میں تحریک چلا رہے ہیں۔ لگتا یہی ہے کہ ملک میں انارکی اور انتشار پھیلانے کی سازش ہو رہی ہے۔ جس کے تحت علامہ صاحب کو یہاں بھیجا گیا ہے اور وہ ایک غیر ملکی خفیہ ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ جمہوری حوالے سے کہا جاتا ہے کہ بار بار الیکشن کروانے سے آخر کار کوئی صحیح عوامی جماعت بھی برسر اقتدار آ جاتی ہے۔ مگر لگتا ہے کہ پاکستان مخالف بیرونی قوتیں جو پاکستان میں استحکام نہیں دیکھنا چاہتیں، پاکستانی عوام کو جمہوریت کے تسلسل کے لئے کوئی ایک چانس بھی دینے کی روادار نہیں، جس کے نتیجے میں عوام اور ملک دوست حکومت برسر اقتدار آ جائے۔

**سوال**: ڈاکٹر طاہر القادری نے فوج اور عدلیہ کو بھی شراکت دار قرار دیتے ہوئے عبوری حکومت کے لیے ان سے مشاورت کا مطالبہ کیا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا یہ ادارے فی الواقع جمہوری نظام میں حصہ دار ہیں؟ اور کیا مغربی جمہوری ممالک میں ایسی پریکٹس کہیں جاری ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: جمہوریت کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مغربی ممالک میں تو اگر کوئی جنرل حکومتی پالیسی کے حوالے سے ایسا ایک بیان بھی دے دے جس کا دفاع سے براہِ راست کوئی تعلق نہ ہو تو اسے ملازمت سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں یہی معاملہ عدلیہ کا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عدلیہ کے ذریعے لوگوں کو نہ صرف حقوق ملیں بلکہ اگر حکومت عوام کی حق تلفی کر رہی ہے تو عدلیہ وہ حق عوام کو واپس دلوانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ علامہ صاحب خود ہی آئین کی بات کرتے ہیں اور خود ہی آئین کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں۔ عدلیہ اور فوج کو Stake Holder بنانا ہمارے ملکی آئین کی صریحاً خلاف ورزی ہے بلکہ یہ دنیا بھر میں رائج جمہوری دساتیر کے منافی ہے۔ ایک طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ کوئی دوہری شہریت کا حامل شخص رکن اسمبلی یا وزیر نہیں بن سکتا دوسری جانب وہ اپنے آپ کو نگران وزیر اعظم کے لیے پیش کر چکے ہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ وہ ایک دن ایک بیان دیتے ہیں اور اگلے ہی دن اُس بیان سے انکاری ہو جاتے ہیں۔) دوہری شہریت کے حوالے سے ایم کیو ایم کا بھی یہی معاملہ ہے کیونکہ الطاف حسین بھی دوہری شہریت کے حامل ہیں۔ ان دونوں جماعتوں میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ دونوں جماعتوں کے بیرونی طاقتوں سے رابطے ثابت ہیں۔ اس اعتبار سے علامہ صاحب کی اپنی وفاداری بھی مشکوک ہو جاتی ہے کہ آیا وہ پاکستان کے وفادار ہیں یا محض یہاں انارکی پھیلانے آئے ہیں۔ البتہ ایک لحاظ سے اُن کا اقدام مثبت ثابت ہو سکتا ہے کہ اگر حکومت الیکشن کے انعقاد کا اعلان کر دے اور اسمبلیوں کو تحلیل کر دے اور اس پر طاہر القادری اپنی سیاسی عزت بچانے کے لیے یہ کہہ دیں کہ اب ہم کوئی مارچ نہیں کریں گے لیکن فی الحال اُن کی ایسی کوئی نیت یا ارادہ نظر نہیں آتا۔

**سوال**: (ڈاکٹر غلام مرتضیٰ سے) ڈاکٹر طاہر القادری کے ادارے کا نام منہاج القرآن ہے یعنی قرآن کا راستہ، لیکن جس نعرے کو وہ عوامی تحریک کی بنیاد بنا رہے ہیں وہ جمہوریت اور انتخابی نظام میں اصلاح ہے۔ کیا قرآن میں جمہوریت یا انتخابات کا بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی انداز میں بھی ذکر ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: قرآن پاک کا حکم تو نہایت واضح ہے: (ترجمہ) ''اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسولؐ سے آگے مت بڑھو۔'' اللہ تعالیٰ نے تو ہمارے لیے حدود مقرر کر دی ہیں۔ مغربی یلغار کے زیر اثر جس آزاد جمہوریت کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اُس کا دور تک دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کا زمانہ ایک مثالی زمانہ اور مثالی حکومتیں تھیں۔ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو کسی کی نیابت کرے، اُس کے احکامات کے مطابق عمل کرے۔ اسلامی نظام ایک شورائی نظام ہے لیکن اس کے تحت جس شخص کو خلیفہ نامزد کیا جاتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے تابع ہوتا ہے۔ عوامی حاکمیت کا اللہ تعالیٰ کے نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علامہ صاحب کا نعرہ انتخابی نظام میں اصلاحات کی بجائے یہ ہونا چاہیے تھا کہ اس ملک میں اللہ کی حاکیت اعلیٰ پر مبنی نظام قائم ہو۔ عوام علامہ صاحب سے ملک میں نفاذِ اسلام کے مطالبے کی توقع کر رہے تھے جبکہ وہ ایک نیا نعرہ لے کر آئے ہیں۔ اس ملک کی تاریخ ہے کہ یہاں کبھی لانگ مارچ سے جمہوریت کو تقویت نہیں ملی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس طرح سے جمہوریت مضبوط ہو جائے گی میرے نزدیک محض خام خیالی ہے۔

**سوال**: صدر مملکت، وزیر اعظم، آرمی چیف، اپوزیشن جماعتیں اور چیف الیکشن کمشنر بروقت الیکشن کروانے کے لیے پرعزم ہیں تو ملک بھر میں الیکشن ملتوی ہونے کی افواہیں کون پھیلا رہا ہے؟ ملک کے تین صوبوں میں دہشت گردی عروج پر ہے۔ عام آدمی تو پہلے ہی محفوظ نہیں تھا، اب تو وزراء بھی قتل ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں کیا پُرامن انتخابات کا انعقاد ممکن ہوگا؟

**ایوب بیگ مرزا**: آپ نے فوج کا ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ فوج کی یقیناً یہ خواہش ہے کہ الیکشن وقت پر ہوں۔ اگرچہ یقینی طور پر میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کون سے لوگ ہیں جو ڈاکٹر طاہر القادری کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ البتہ میں سمجھتا ہوں جہاں تک صدر کا معاملہ ہے تو وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ

الیکشن وقت پر ہوں۔ اس لئے کہ ان پر طاہر القادری کی تحریک کی صورت میں جو عوامی پریشر آیا ہے اُس کی بنا پر ان کے پاس اِس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ وقت پر الیکشن کروائیں۔ جہاں تک بم دھماکوں اور ملک میں جاری قتل و غارت کے دوران الیکشن ہونے کا سوال ہے تو اس کا میں آپ کو مختصر سا یہ جواب دوں گا کہ ہاں ان حالات میں بھی الیکشن ہو سکتے ہیں۔ 2008ء کے الیکشن میں بھی یہاں دہشت گردی اپنے عروج پر تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اب وزراء بھی قتل ہو رہے ہیں۔ دنیا پر اگر آپ نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی ملک میں ایمرجنسی والے حالات پیدا ہو جائیں تب بھی الیکشن بروقت ہوتے ہیں۔ ایران عراق کی جنگ کے دوران بھی انتخابات ہوئے۔ امریکہ میں سینڈی طوفان کے باوجود وقت پر الیکشن ہوئے ہیں۔ کسی ملک کا انتخابات سے اجتناب کرنا اُس ملک کو بہت مہنگا پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ انتخابات وقت پر ہونے چاہئیں۔

**سوال**: آپ کس شخص کو نگران وزیراعظم کے لیے موزوں تصور کرتے ہیں اور نگراں حکومت کے لیے کیا فارمولا تجویز کرتے ہیں جو تمام جمہوری جماعتوں کے لیے قابل قبول ہو؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: جمہوریت ایک مزاج کا نام ہے۔ جمہوری مزاج یہ ہے کہ عوام کو نہ صرف انصاف ملے بلکہ عوام کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے اور وہ سمجھیں کہ واقعی اب عوامی راج ہے اور ہماری بات مانی جاتی ہے۔ اگر صحیح جمہوری مزاج کے مطابق دیکھا جائے تو عبوری حکومت ایک غیر جانبدار حکومت ہوتی ہے، جس کا کسی بھی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے ملک میں جو شخص منصب صدارت پر فائز ہے اُس کا پس منظر سیاسی ہے۔ وہ ایک سیاسی آدمی ہے اور ہمارے ایوان صدر میں سیاسی کھیل کھیلا جاتا ہے۔ اگر ایسے صدر کی موجودگی میں کوئی نگران وزیراعظم آتا ہے خواہ وہ پیپلز پارٹی سے نہ بھی ہو تب بھی الیکشن کے معاملے پر ایک سوالیہ نشان لگ جائے گا۔ لہٰذا ایسے عبوری انتظام میں نگران وزیراعظم بالکل غیر جانبدار ہونا چاہیے اور اس کا تعلق کسی جمہوری جماعت سے نہ ہو، دوسری جانب اگر کسی غیر سیاسی شخصیت کو نگران وزیراعظم بنایا جاتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ یہی نعرہ لگا دے کہ ہمیں یہ انتخابات قبول ہی نہیں ہیں۔ جیسا کہ حکومت پہلے ہی یہ چاہ رہی ہے۔ لہٰذا موجودہ حکومت کو یہ چاہیے کہ وہ کسی ریٹائرڈ جج یا ایسی سیاسی شخصیت کو جو غیر متنازعہ ہو نگراں وزیراعظم بنائے۔ جیسے فخر الدین ابراہیم کو الیکشن کمشنر لگایا گیا ہے جو غیر متنازعہ شخصیت ہیں اور اُن کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جمہوریت کے لئے جہاں آزاد اور غیر جانبدارانہ الیکشن کمیشن ضروری ہے، وہاں یہ بھی بات ضروری ہے کہ اس ملک میں غیر جانبدارانہ نگران سیٹ اپ لایا جائے۔ اسی سے الیکشن کے حوالے سے اعتماد سازی کی فضا پیدا ہو سکے گی۔ وگرنہ انتشار اور بدنظمی کی فضا قائم رہے گی۔

**سوال**: اگر حکومت فوری طور پر انتخابات کا اعلان کر دے تو کیا یہ طوفان جو 14 جنوری کو اسلام آباد کی جانب چل پڑا ہے، تھم جائے گا؟

**ایوب بیگ مرزا**: اول تو میں کہوں گا کہ علامہ طاہر القادری جو بہر حال بنیادی طور پر ایک مذہبی شخصیت ہیں انہیں اگر تحریک چلانا تھی اور اسلام آباد کی طرف مارچ کرنا تھا، تو یہ تحریک اور لانگ مارچ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لئے ہونا چاہیے تھا۔ ہمارے ملک کا المیہ یہ ہے کہ یہاں جمہوریت پنپ سکی اور نہ جمہوری روایات ہی رواج پا سکیں۔ وگرنہ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی پارلیمانی طرز حکومت ہوتا ہے، وہاں صدر کسی غیر سیاسی شخصیت کو بنایا جاتا ہے اور اگر کسی سیاسی جماعت سے تعلق رکھنے والے شخص کو صدر بنا بھی دیا جائے، تو وہ فوری طور سیاسی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ صدر ریاست کا سربراہ ہوتا ہے حکومت کا سربراہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اُسے مکمل طور پر غیر جانبدار ہونا چاہیے۔ یہ تو ان لوگوں کی نیت پر منحصر ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں، لیکن صورت حال تو یہ ظاہر کر رہی ہے کہ یہ لوگ فساد چاہتے ہیں۔ اگر واقعتاً ان لوگوں کا مقصد فساد پھیلانا ہے تو پھر یہ نہیں رکیں گے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک جلسے میں کافی تعداد میں لوگوں کو اکٹھے کر لینا اور بات ہے اور کسی ایک جگہ پر جم کر بیٹھ جانا اور دھرنا دے دینا بالکل مختلف معاملہ ہے۔ جس طرح مصر میں لوگوں نے تحریر سکوائر پر دھرنا دیا، اور کیمپ لگا دیئے تھے اُس طرح کا معاملہ یہ لوگ اسلام آباد میں ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ میرے خیال میں یہ لوگ اُس حوالے سے بہت بری طرح ناکام ہوں گے۔

(مرتب: وسیم احمد، محمد بدر الرحمٰن)

☆☆☆

(قارئین! اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز media@tanzeem.org پر ارسال فرمائیں۔)

☆ لاہور میں رہائش پذیر قریشی فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم بی اے ذاتی کاروبار کے لئے دینی مزاج کی حامل باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ہندوانہ رسومات سے مجتنب نکاح مسنونہ کے خواہش مند رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0333-4380702

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم CA کے لئے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-4391201

☆ شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی اے بی ایڈ کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0323-5563164

☆ ککے زئی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم بی اے کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0331-4798879

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم بی اے (پنجاب یونیورسٹی) حافظ قرآن، فہم دین کورس کی حامل کے لئے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0332-0307908

☆ ملتان میں رہائش پذیر پنجابی اردو سپیکنگ نوجوان، عمر 37 سال، گورنمنٹ ملازم کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے بوجوہ علیحدگی) کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-6344196

## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی پشاور شہر کے ملتزم رفیق غلام مقصود کے سسر بقضائے الٰہی وفات پاگئے

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق تنظیم ظہیر بھٹی وفات پاگئے

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق محمد وقاص کے تایا وفات پاگئے

☆ حلقہ لاہور وسطی کے رفیق سعید لطیف کے والد وفات پاگئے

☆ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے بزرگ رفیق تنظیم محمد صادق بھٹی کا بھانجا وفات پا گیا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

# علماء میں اتحاد اور ہماری کوششیں

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

1986ء میں ناچیز کراچی سے سفر کر کے مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی خدمت میں گکھڑ منڈی خاص اس مقصد کے لئے حاضر ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر کے درمیان جو خلیج بڑھتی جا رہی ہے اسے کم بلکہ ختم کرنے کی راہ تلاش کی جائے۔ اس مقصد کے لیے پہلے بھی ہماری کئی ملاقاتیں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور، مفتی ظفر علی نعمانی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب وغیرہم رحمہم اللہ سے ہو چکی تھیں۔ ان سب حضرات کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے ہے۔ ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے کہ جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ اور فاسق قرار دیا جائے۔ ہاں! بہت سے اعمال میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہم انہیں بدعت کہتے ہیں، اور ان کے نزدیک وہ بدعت میں داخل نہیں۔

مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے مجھ سے اور برادر عزیز مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے پوری وضاحت سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا باعث حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی چند سطری عبارت ہے۔ اس عبارت کو بیچ سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان عقائد کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر ہم نے ان سے کہا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ ہمارے سر تاج ہیں، اور ان کی اس عبارت کے جو معنی بہت سے حضرات نے بیان کیے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اس باطل معنی کے مراد لینے سے بالکل بری ہیں۔ اور حضرت حکیم الامت جیسی حب رسول اللہ ﷺ سے سرشار شخصیت کے بارے میں دور دور امکان نہیں کہ انہوں نے ایسے غلط معنی مراد لیے ہوں۔ اس عبارت کے جو صحیح معنی ذرا سی توجہ سے سمجھ میں آ جاتے ہیں، وہی حضرت کی بھی مراد ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں اس کی وضاحت بھی فرما دی تھی اور اس غلط معنی سے مکمل برأت کا بھی دوٹوک اعلان فرما دیا تھا لیکن اگر ان کی اس عبارت کو شائع کرنے سے روک دینا، امت کو پھوٹ سے بچانے، اور ان دونوں مکاتب فکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ اس کے لئے مشورے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اور آپ کو مل کر اس کے لئے پیش رفت کرنی چاہیے اور طے ہوا تھا کہ دونوں طرف کے علماء کرام کا اجتماع اس غرض کے لئے بلایا جائے گا لیکن ملک میں اچانک ایسے حالات پیش آئے اور آتے گئے کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا۔

پھر صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں بریلوی مکتب فکر کے مشہور عالم دین مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحبؒ نے مجھ سے اسلام آباد میں علماء کنونشن کے موقع پر ملاقات فرمائی جو ہماری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی، کیونکہ اس کے تقریباً ڈیڑھ دو مہینے بعد اُن کا کراچی میں انتقال ہو گیا۔ اس ملاقات میں مولانا اوکاڑوی صاحبؒ نے مجھ سے واضح الفاظ میں فرمایا تھا کہ امت میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے، مجھے خطرہ ہے کہ اس بارے میں آخرت میں پوچھ ہوگی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں اپنی تقریروں میں بار بار سخت کلامی کی ہے لیکن جب میں نے ان کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارے اور ان کے عقائد میں کوئی فرق نہیں اور ان کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی جو چند سطری عبارت اب تک کشیدگی کا باعث بنی رہی ہے اس کے بارے میں مولانا اوکاڑوی صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تو خود حضرت تھانویؒ ہی کے قلم سے اس کی ایسی توضیح اور توجیہ شائع ہو گئی ہے۔ اس کے بعد یہ عبارت بھی نزاعی نہیں رہی۔ اس لئے مجھے آپ دونوں بھائیوں سے توقع ہے کہ اگر ہم مل جل کر کام کریں تو امت کو پھوٹ سے بچایا جا سکتا ہے، ورنہ اللہ کے یہاں ہم سے پوچھ ہوگی۔

میں نے ان سے کہا تھا کہ یہ تو آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں، ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال اس کوشش میں صرف فرمائے ہیں اور میں بھی کئی سال سے اس کاوش میں لگا ہوا ہوں۔ چنانچہ میرے اور مولانا اوکاڑوی صاحبؒ کے درمیان طے ہوا کہ وہ اور ہم اپنے اپنے رفقاء اور اہل علم سے رابطہ کر کے اس میں پیش رفت کریں گے، پھر دونوں طرف کے خاص خاص علماء کرام کا مشترکہ اجلاس ہوگا۔ پھر نسبتاً بڑے پیمانے پر دونوں طرف کے حضرات کا دوسرا اجلاس ہوگا۔ ان اجلاسوں میں اتفاق ہو جانے کے بعد ملک گیر پیمانے پر دونوں طرف کے علماء و مشائخ کا کنونشن بلا کر اس میں اعلان کر دیا جائے گا کہ عقائد میں اب ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن کراچی میں واپس آ کر ناچیز کا اہل علم سے مشوروں کا سلسلہ جاری ہی تھا اور اس کا طریقہ کار بڑے پیمانے پر طے کیا جا رہا تھا کہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحبؒ کی اچانک وفات ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o، اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے۔

بعد ازاں ان کے صاحب زادے مولانا کوکب نورانی صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ بھی کئی بار دارالعلوم کراچی تشریف لائے اور ہر بار مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کی اس ملاقات کا ذکر آیا لیکن افسوس ہے کہ اس کے بعد کوئی عملی پیش رفت نہ ہو سکی۔ اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور مسلمانوں کی سادہ لوحی یا جذباتیت کے باعث یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون o'' (بشکریہ روزنامہ ''دنیا'')

# عملِ پیہم کی تابناک مثال...... حیاتِ قاضی حسین احمدؒ

انجینئر حافظ نوید احمد

قاضی حسین احمدؒ کی رحلت سے نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام ایک مخلص اور دردمند رہنما سے محروم ہوگیا ہے۔ اللہ اُن کی دینی مساعی کو نہ صرف شرفِ قبولیت عطا فرمائے بلکہ اُن کے حق میں صدقۂ جاریہ بھی بنائے۔ آمین! صدقۂ جاریہ اِس طرح کہ ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انتہائی مایوس کن حالات میں بھی امید کی شمعیں روشن کرتے ہوئے دین کے لیے مسلسل اور انتھک محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قاضی حسین احمدؒ کے محاسن بلاشبہ علامہ اقبال کے اِس شعر کا مصداق تھے کہ ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

قاضی حسین احمدؒ نے جماعت اسلامی کے سکریٹری کی ذمہ داری 1978ء میں سنبھالی۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستان میں ایک فوجی انقلاب کے ذریعہ جنرل ضیاء الحق اقتدار پر قابض تھے۔ قاضی صاحب آمریت کے سخت دشمن تھے لیکن دیگر دینی حلقوں کی طرح جماعت اسلامی کو بھی جنرل ضیاء الحق سے حسن ظن تھا کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص ہیں۔ جماعت نے اسی لیے ضیاء الحق کے ساتھ تعاون علی البر کی پالیسی اختیار کی۔ قاضی صاحب اگرچہ ضیاء الحق سے کسی خیر کی توقع نہیں رکھتے تھے لیکن اُنہوں نے جماعتی نظم کی پابندی کا مثالی مظاہرہ کیا اور کسی بھی موقع پر اپنا اختلاف رائے غیر متعلق فورم پر بیان نہ کیا۔

1979ء میں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور اِس برفانی ریچھ کے خلاف افغان عوام نے عظیم الشان جہاد شروع کر دیا۔ قاضی صاحب نے اِس جہاد میں بڑا فعال کردار ادا کیا۔ اُن کے افغان جہادی رہنماؤں سے ذاتی مراسم تھے۔ وہ مسلسل اُن کی مدد کرتے رہے، اُنہیں باہم متحد ہونے کی تلقین کرتے رہے اور دشمنوں کی سازشوں سے آگاہ بھی کرتے رہے۔

1987ء میں قاضی صاحب جماعت اسلامی کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ موصوف نے ذمہ داری سنبھالتے ہی جماعت اسلامی کے کارکنوں خصوصًا نوجوانوں میں ایک ولولہ تازہ پیدا کر دیا۔ کاروانِ دعوت و محبت کے ذریعہ پورے ملک میں ایک تحریکی ارتعاش پیدا کیا اور جنرل ضیاء الحق کی آمریت کے خلاف خم ٹھوک کر میدان میں آگئے۔ جنرل ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دورِ آمریت کے بعد بدقسمتی سے پاکستان پر نام نہاد جمہوریت کے پردہ میں گیارہ سالہ دورِ بدعنوانی اور لوٹ مار کا راج ہوگیا۔ اِس پورے عرصہ میں قاضی صاحب نام نہاد جمہوری حکمرانوں کی عیاشیوں کے پول کھولتے رہے اور انتخابات کے مایوس کن نتائج کے باوجود جماعت اسلامی کے کارکنوں میں جہدِ مسلسل کا جذبہ برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔

1989ء میں افغانستان میں سوویت یونین کی شکست اور پھر اُس کے حصے بخرے ہونے کے بعد عالم اسلام کو ایک نئے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ امریکی دانشور ایک طرف تو ''End Of History'' نامی کتاب لکھ کر اشتراکی نظام کی ناکامی کو امریکہ میں رائج سرمایہ دارانہ نظام کی حقانیت کا ثبوت قرار دے رہے تھے اور دوسری طرف '' Clash Of Civilization '' نامی کتاب کے ذریعے تہذیبوں کے درمیان جنگ کا شوشہ چھوڑ رہے تھے۔ اُن کے نزدیک مغربی تہذیب کے لیے اب حقیقی خطرہ اسلامی تہذیب ہے جس کی جڑیں پاکستان اور افغانستان میں انتہائی گہری ہیں۔ اُنہوں نے اسلامی تہذیب کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے مسلمانوں کے درمیان مسلک کی بنیاد پر فرقہ وارانہ اور لسانی اختلافات کو ہوا دینی شروع کی۔ ایسے میں قاضی صاحب دشمن کی اِس سازش کا توڑ کرنے میں سرگرم ہوگئے۔ اُنہوں نے مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام مسالک کی نمائندہ جماعتوں کو قریب لانے کی کوشش کی اور ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم پر تمام مسالک کے لوگوں کو متحد کرنے کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ بعد ازاں متحدہ مجلسِ عمل (MMA) کے نام سے خالص دینی جماعتوں کا ایسا اتحاد قائم کیا جس میں بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور اہل تشیع کی نمائندہ جماعتیں شامل تھیں۔ 2002ء کے انتخابات میں اِس اتحاد کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ البتہ چند افسوسناک تجربات کی وجہ سے یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا جس کا قاضی صاحب کو شدید قلق رہا۔

2001ء میں امریکہ نے افغانستان پر سفاکانہ حملہ کیا اور قاضی صاحب امریکی جارحیت کے خلاف سرگرم عمل ہوگئے۔ افغانستان میں اللہ نے طالبان کی مدد کی اور امریکہ کو بدترین شکست کا سامنا ہوا۔ امریکہ نے بدلہ لینے کے لیے ایک بار پھر پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات برپا کرنے کی سازش شروع کر دی۔ قاضی صاحب نے ایک بار پھر تمام مسالک کی دینی جماعتوں کو ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ وہ اِس پلیٹ فارم سے مختلف کمیشنز بنا کر ملک میں مسلکی رواداری اور شریعت کے مطابق قانون سازی کے لیے ٹھوس اقدامات کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ اللہ کرے یہ کام اُن کے بعد بھی صحیح خطوط پر جاری وساری رہے۔ آمین!

قاضی حسین احمدؒ صاحب انتہائی وجیہہ، باوقار اور جلالی خدوخال کے حامل تھے۔ اسلام دشمنوں کے خلاف اُن کا یہ رعب وجلال اور دبدبہ پوری طرح سے ظاہر ہوتا تھا۔ البتہ دینی قوتوں کے ساتھ، خواہ وہ کسی مسلک کی ہوں، اُن کے مزاج کی نرمی اور شفقت اُن کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر ادا سے جھلکتی تھی۔ اُن کے مخالفین بھی اُن کی حق گوئی و بےباکی اور پاکیزہ کردار کا اعتراف کرتے تھے۔ سوات میں ملالہ ڈراما کے فریب کا پردہ اُنہوں نے بالکل پہلے ہی دن ایسی فضا میں چاک کیا جس میں میڈیا نے پورے ماحول کو ملالہ کی نام نہاد مظلومی سے مسحور کر رکھا تھا۔ قاضی حسین احمدؒ جیسی ہردلعزیز شخصیت قوموں کے لیے ایسا سرمایہ ہے جسے آسانی سے حاصل کرنا ناممکن ہے۔ قاضی صاحب زندگی بھر جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کی مثال بنے رہے اور دل کے دو آپریشنوں اور دمہ کے تکلیف دہ مرض کی بھی پروا نہیں کی۔ دین کے لیے مسلسل محنت کرتے کرتے اچانک اُن کی روح 5 اور 6 جنوری کی درمیانی رات خالق حقیقی کی طرف پرواز کر گئی۔ اللہ اُن کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور اُنہیں جنت میں بلند مقامات پر سرفراز فرمائے۔ اللہ اُن کے لواحقین کو خدمتِ دینی کی تسلسل کے ساتھ توفیق عطا فرما کر اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

# نشہ کا زہر

راحیل گوہر

تربیت اور علم انسان کی شخصیت کے بناؤ اور بگاڑ میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس معاملے پر غور کیا جائے تو بعض اوقات تربیت کے اثرات علم کے مقابلے میں زیادہ دیرپا اور سود مند ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے اطراف میں بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنا نام تک لکھنا نہیں جانتے، انگوٹھا چھاپ، قطعی ناخواندہ۔ مگر اپنے رویوں، معاملات اور کردار و گفتار میں انتہائی مہذب اور شائستہ اور نستعلیق شخصیت کے حامل ہیں۔ گھر اور ماحول کی تربیت ان کے قلب و ذہن میں پاکیزگی، معاملات میں صدق، عزت و احترام، رشتوں کا تقدس، وقار و متانت اور فہم و فراست جیسے اعلیٰ جوہر پیدا کر دیتی ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ بعض اوقات کچھ خارجی عوامل بھی انسان کے اعمال و افکار اور عادات میں بگاڑ اور فساد کا سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ انسان ایک سماجی حیوان ہے، جو معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ یہ اس کی فکری اور خلقی مجبوری ہے۔ نتیجتاً بسا اوقات غلط ماحول اور بُری تربیت کے اثرات انسان کے مزاج کی شفافیت کو مختلف غیر اخلاقی کثافتوں سے آلودہ کر دیتے ہیں۔ اور پھر ایسا انسان شیطان کے لئے لقمۂ تر بن جاتا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا تھا! ''اچھوں کی ملاقات اچھائی سے بھی بہتر ہے اور بُروں کی ملاقات برائی سے بدتر۔''

اس تمہید کا مدعا ہماری نوجوان نسل میں روز افزوں پھیلتی نشہ کی عادت کی نشاندہی کرنا ہے۔ شراب، چرس، بھنگ، افیون اور ہیروئن کے بعد اب ایک نیا نشہ شیشہ پینا ہے۔ مختلف ذرائع کے مطابق کراچی شہر کے مختلف ریسٹورنٹ میں شیشہ کی خرید و فروخت دھڑلے سے جاری ہے اور ایک پورا مافیا پولیس کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے۔ یہ تباہ کن نشہ نوجوان نسل میں پھیلتا ہی جا رہا ہے، جو نوجوانوں کی صحت، جوانی اور ان کی اعصابی توانائیوں کے لئے سم قاتل ہے۔

جواں نسل کسی بھی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتی ہے۔ جب یہ ہی کمزور پڑنے لگے تو معاشرے کی اقدار کے انہدام کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ نشہ دراصل زندگی کے چیلنجوں اور اپنی ذمہ داریوں سے فرار کا نام ہے۔ جبکہ زندگی صبر و استقامت، جوانمردی، حرکت و تغیر سے عبارت ہے۔ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے ہی دنیا کے افق پر آفتاب بن کر چمکتے ہیں۔ انسان کے پیش نظر کوئی تعمیری مقصد، نصب العین اور کوئی آدرش نہ ہو تو واقعتاً زندگی ایک بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔ انسان محض بطن و فرج کا اسیر ہو کر رہ جائے تو زندگی کی حقیقی مسرتوں اور حلاوتوں سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور نہ معاشرے میں ایک ذمہ دار فرد کے فرائض ہی انجام دے سکتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی بوجھ ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب اس کے فکر و عمل پر یاسیت اور قنوطیت حملہ آور ہوتی ہے اور پھر مایوسی اور احساس محرومی کی اس تلخی کو مٹانے کے لئے بعض نوجوان نشہ کا سہارا لیتے ہیں کہ گویا یہی ان کے غموں، محرومیوں اور فکر و پریشانی سے نجات کا واحد راستہ ہے۔ بقول شاعر:

میں میکدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا
ورنہ سفر حیات کا بے حد طویل تھا

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ نوجوان نسل اور ناپختہ ذہن کے افراد کے اس تباہ کن نشہ میں مبتلا ہو جانے میں بسا اوقات خارجی عوامل بھی نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً نوجوانوں کو اپنے مستقبل سے مایوسی، تعلیم کے حصول میں رکاوٹیں، حصول تعلیم کے بعد روزگار کی سعی لاحاصل، باہمی رویوں میں سرد مہری، طبقاتی حد بندیاں، اقرباء پروری، تعصب و جنبہ داری، خوراک و لباس کی کمی اور اچھی رہائش اور صاف ستھرے ماحول کا فقدان وغیرہ، وہ خارجی عوامل و محرکات ہیں جنہوں نے نوجوان نسل میں نفسیاتی عوارض پیدا کر دئے ہیں۔ احساس محرومی نے ان کے قلوب و اذہان کو زہر آلود کر دیا ہے۔

آج کا نوجوان کل کا معمار وطن ہو سکتا ہے۔ ملک و قوم کی خوشحالی، استحکام اور اس کی نظریاتی و جغرافیائی حدوں کا محافظ و نگہبان ہے۔ جب یہ اہم ترین ستون ہی اپنی بنیادوں سے کمزور ہونے لگیں تو قوم و ملک کی بقاء و سلامتی مخدوش ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ جڑ مضبوط نہ ہو تو تیز و تند ہواؤں کے چند جھونکے ہی درخت کو زمین سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ سمندر کی بپھری ہوئی موجیں ساحل تک آ کر جب واپس پلٹتی ہیں تو انسان کے قدموں کے نیچے کی ریت بھی اپنے ساتھ بہا کر لے جاتی ہیں، اور انسان کا جم کر کھڑا رہنا محال ہو جاتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومتی سطح پر اور باہمی طرز عمل میں بھی نوجوان نسل کی بنیادی ضرورتوں، احتیاجات اور ان کی عزت نفس کا ترجیحی بنیادوں پر لحاظ رکھا جائے۔ زندگی کی دوڑ میں پوری قوم کو باہم تعاون کرنا چاہیے اور مثبت رویے اختیار کرنے چاہئیں، تا کہ نسل نو کے اندر بھی جینے کا حوصلہ پیدا ہو اور ان کو اپنی صحیح قدر و قیمت کا احساس ہونے لگے۔ اور وہ وطن عزیز کی معاشی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں جوش اور ولولہ کے ساتھ حصہ لے سکیں۔ اپنی ذات اور اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر سوچنے اور عمل کرنے سے مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں اور یہی ترقی یافتہ اور مہذب قوموں کا طرز عمل ہے۔

نشہ کسی بھی شے کا ہو، یہ کیف و سرور کے غلاف میں لپٹا زہر ہے جو پوری پوری نسلوں کو اپاہج کر دیتا ہے۔ یہ بھی شیطان کا ایک موثر ہتھیار ہے جو قوموں کی توانائیاں اور اصل جوہر کو نچوڑ کر انہیں دیمک زدہ لکڑی کی طرح کھوکھلا کر دیتا ہے۔ نشہ کی حالت میں نہ مظلوم کی چیخیں سنائی دیتی ہیں اور نہ شرم و حیا کا کوئی احساس باقی رہتا ہے۔ جسمانی صحت کی بربادی کے ساتھ روح کا بے داغ اور شفاف آئینہ بھی غبار آلود ہو جاتا ہے۔ معاشرتی رشتوں کی ڈور کمزور ہونے لگتی ہے کہ رشتے محبت، اخوت، ایثار و قربانی اور ماحول کی پاکیزگی کے ساتھ ہی قائم رہ سکتے ہیں۔

چنانچہ نشہ کی علت سے خود کو بچانا ایسے ہی ضروری ہے جس طرح حیات انسانی کی بقا کے لئے حصول رزق لازمی اور ناگزیر ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 16 پر)

## تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

### تنظیم اسلامی نوشہرہ کا ماہانہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی نوشہرہ کا ماہانہ تربیتی اجتماع 23 دسمبر 2012ء صبح 9 تا 1 بجے مقامی دفتر تنظیم اسلامی نوشہرہ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ نقیب اسرہ عبدالخالق نے منتخب نصاب نمبر 2 کا درس نمبر 5 دیا۔ بعدازاں نقیب اسرہ محمد سعید قریشی نے ''خرید و فروخت کے معاملات'' پر احادیث کی روشنی میں رفقاء واحباب کی رہنمائی کی۔ مطالعہ سیرت صحابہؓ کے ضمن میں ملتزم رفیق حفیظ الرحمٰن نے ''حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے ایمان افروز حالات زندگی بیان کئے، جس سے شرکاء ایمان کو جلا ملی۔ مقامی امیر ظفر علی مروت نے منتخب نصاب نمبر 2 کے درس نمبر 5 کا مذاکرہ کروایا۔ اس کے بعد شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ بعدازاں راقم الحروف نے ''دین حق'' کے موضوع پر قرآن کریم کی آیت ''بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے'' پر بیان کیا۔ آخر میں مقامی امیر نے مرکز کا پیغام رفقاء کو سنایا۔ جس میں شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسومات اور مخلوط محافل سے رفقاء کو اجتناب کی ہدایات دی گئی تھیں۔ پروگرام میں 12 رفقاء اور ایک حبیب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی و جہد کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عنایت فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: محمد عادل: منفرد رفیق مردان)

### تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام خواتین کا سالانہ اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام خواتین کا سالانہ اجتماع 6 جنوری 2013 کو صبح دس بجے تا عصر ساڑھے چار بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی اور اخروی نجات کے حصول کے مقصد کے لئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا از سرِ نو عزم کرنا تھا۔ اجتماع میں میزبانی کے فرائض راقمہ نے ادا کیے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا گیا۔ بنتِ غلام حسین نے سورۃ الکہف کے پہلے رکوع کی تلاوت مع ترجمہ کا شرف حاصل کیا۔ حمدِ رب جلیل کی سعادت بنت الطاف نے حاصل کی۔ بعدازاں فکرِ آخرت کے حوالے سے اہلیہ عبداللہ پرویز چغتائی کا ایمان افروز بیان ہوا۔ انھوں نے تفصیل سے موت، فکرِ آخرت اور قیامت کی نشانیوں پر روشنی ڈالی۔

اقامت دین جیسے اہم فریضہ میں خواتین کے کردار پر بنت اعوان نے مفصل درس دیا۔ انہوں نے خواتین کی دینی ذمہ داریوں کی یاددہانی کرائی۔ انھوں نے کہا کہ خواتین کی اولین ذمہ داری اپنی اصلاح اور بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ بچوں کی تربیت میں کسی بھی قسم کی کوتاہی ہمارے لئے آخرت میں سخت نقصان کا باعث بنے گی۔ ہماری دوسری بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد میں اپنے محرم مردوں کی مدد ومعاون بنیں۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ جو ذمہ داریاں ہمارے دین نے ہم پر عائد کیں، ہمیں پوری جانفشانی سے انہیں ادا کرنا چاہیے۔ انھوں نے حضرت اسماءؓ کا تاریخی خطاب بھی پڑھ کر سنایا جو خواتین کی طرف سے حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ خطاب یقیناً تمام رفیقات کو اپنی ذمہ داریاں نہایت احسن طریقے سے انجام دینے میں مددگار ثابت ہوگا۔ اس کے بعد راقمہ نے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو دینی جدوجہد پر خراج تحسین پیش کیا، اور ساتھ ہی ڈاکٹر صاحبؒ کی رحلت پر مشہور صحافی مجیب الرحمان شامی کے وہ تعریفی الفاظ جو انھوں نے اُن کے بارے میں لکھے تھے، حاضرینِ محفل کو پڑھ کر سنائے۔ اور جب یہ شعر پڑھا گیا کہ

جن کی یادوں سے رگ جاں میں دکھن ہونے لگے
ذکر چھڑ جائے تو پتھر کا دل بھی رونے لگے

تو بہت سی آنکھیں استادِ محترمؒ کی یاد میں اشکبار ہوگئیں۔ اللہ رب العزت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں بلند درجات عطا فرمائے۔ بعدازاں ڈاکٹر صاحبؒ کا خصوصی بیان جو انھوں نے خاص طور پر خواتین سے کیا تھا، آڈیو کے ذریعے سنوایا گیا۔ بانی محترم کے آڈیو خطاب کے بعد ڈاکٹر صاحبؒ کی صاحبزادی اہلیہ اسعد مختار (رکنِ مرکزی اسرہ لاہور) نے رفیقات سے خصوصی خطاب کیا۔ انہوں خواتین کے نظم اور اسروں میں پیدا ہونے والی مشکلات کا جائزہ لیا اور ان کے حل کے لیے معاونات کو مفید مشورے دیئے۔ انھوں نے رفیقات کو اس بات کا احساس دلایا کہ تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کر کے ہم نے تنظیم پر احسان نہیں کیا، بلکہ یہ تنظیم کا ہم پر احسان ہے کہ اس کے ذریعے ہمیں ایک پلیٹ فارم میسر آیا ہے، تاکہ ہم اپنے آپ کو بہتر طریقے سے دین کے سانچے میں ڈھال سکیں اور اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہو کر اپنے رب کو راضی کر سکیں۔ اہلیہ اسعد مختار کی تفصیلی گفتگو اور بیان کے بعد نماز ظہر وطعام کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد راقمہ نے تزکیہ نفس کے موضوع کو تین باتیں سامنے رکھ کر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ (1) ہوائے نفس ہے کیا؟ جس کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ (2) تزکیہ نفس میں حائل رکاوٹیں کیا ہیں؟ اور (3) تزکیہ نفس کے ذرائع کیا ہیں؟ جن کی مدد سے انسان اپنے نفس کا تزکیہ کر سکتا ہے۔

بعدازاں اہلیہ محمود عالم میاں (نائب ناظمہ علیا) کا ایمان افروز بیان ہوا۔ انھوں نے پروگرام کے شروع میں تلاوت کی گئی سورۃ الکہف کی آیات کی روشنی میں فتنۂ دجال اور دجالیت اور موجودہ حالات وواقعات کے پیش نظر قرب قیامت کی نشانیاں اور ان سے بچاؤ کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ہمارا کوئی بھی عمل بغیر اخلاص کے بے کار ہے۔ انھوں نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 102 کی روشنی میں اس بات کی وضاحت کی کہ تقویٰ کیا ہے جس کے اختیار کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ناظمہ علیا اہلیہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا رفیقات کے نام خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا۔ ناظم علیا صاحبہ نے اپنے پیغام میں رفیقات کو دینی فرائض، اُخروی نجات، عبادات ومعاملات اور حسن اخلاق سے متعلق ہدایات دیں اور دعوت دین کو اپنے دائرہ کار میں پھیلانے کی تلقین کی۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ وہ تمام خواتین جنھیں اب اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے فرصت ہے وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کے کام کو آگے بڑھائیں اور خواتین میں اس کام کو فروغ دیں۔ انھوں نے اپنی آئندہ نسلوں کو دجالی تہذیب سے محفوظ رکھنے کو اس وقت کا سب سے بڑا جہاد قرار دیا۔ بعدازاں امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نعمان اختر کا خصوصی پیغام رفیقات کے نام ہمشیرہ نعمان اختر نے پڑھ کر سنایا۔ امیر حلقہ نے اجتماع کی اہمیت، ہمارے نصب العین، دنیاوی کامیابی اور اخروی نجات کے حوالے سے خصوصی پیغام دیا۔ انھوں نے کہا کہ اس اجتماع میں شرکت ان شاء اللہ اپنے سبق کے اعادے اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گی۔ مزید برآں ہم تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑے ہیں۔ حق وباطل کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور دجالی مکروفریب کا پردہ چاک ہونے کو ہے۔ ایسے میں اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھائیں تو اللہ سے امید ہے کہ یہ جدوجہد ہمارے لیے توشۂ آخرت بنے گی ان شاء اللہ۔ آخر میں انھوں نے رفیقات سے بانی محترم اور امیر محترم کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھنے کی بھی درخواست کی۔ ہمشیرہ نعمان اختر نے چند دعائیہ اشعار پر اپنی گفتگو ختم کی۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی اور اہلیہ اسعد مختار نے رفیقات کو درپیش مشکلات کا حل بتایا اور ان کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے۔ پروگرام کے آخر میں اہلیہ محمود عالم میاں نے دعا کروائی اور یوں یہ روح پرور و پروقار تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ بوجھ عطا فرمائے اور دنیا و آخرت کی کامیابی سے نوازے۔ (آمین) (رپورٹ: مسز نعیم: رفیقہ حلقہ کراچی جنوبی)

### ناظم کوٹ ادو کا دورہ بستی کچھی ونگہ (تونسہ شریف)

ناظم کوٹ ادو (حلقہ جنوبی پنجاب) جام عابد حسین 28 دسمبر 2012ء کو صبح 8 بجے تونسہ سے بستی کچھی ونگہ (ٹرائبل ایریا ڈیرہ غازی خان) میں جامع مسجد ذوالجلال میں نماز جمعہ اور

مدرسہ تجوید القرآن کے افتتاح کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ راقم اور تین دوسرے رفقاء بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ راستہ پہاڑی اور دشوار گزار تھا۔ تاہم اللہ کے فضل و کرم سے سفر خیریت سے گزرا تھا اور یہ مختصر قافلہ ساڑھے گیارہ بجے منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔ محمد رمضان بزدار نے میزبانی کی جو مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ کے لئے اذان ہوئی۔ جان عابد حسین نے عظمت قرآن کے موضوع پر خطبہ دیا۔ ڈیڑھ بجے نماز جمعہ ادا کی گئی۔ سہ پہر تین بجے جام صاحب کے حکم پر راقم نے ''قرآن و سنت ہی راہ نجات ہے'' کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ نماز عصر کے بعد تمام ساتھی واپس تونسہ روانہ ہوگئے۔ نمازِ مغرب دورانِ سفر کچھی پٹھای میں ادا کی، اور بوقت عشاء تونسہ شریف پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے۔

(رپورٹ: کریم بخش بزدار)

## حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام توسیع دعوت کے ضمن میں تعارفی کیمپ

25 دسمبر 2012 کو حلقہ کراچی شمالی کی پانچ تنا ظیم کو امیر حلقہ شجاع الدین شیخ نے توسیع دعوت کے ضمن میں تعارفی کیمپ کی ذمہ داری تفویض کی، جس کی میزبانی کا شرف مقامی تنظیم وسطی کو حاصل ہوا۔ دعوتی کیمپ کے لئے میزبان تنظیم وسطی نے دو ہفتے پہلے ہی تیاریاں شروع کردی تھیں۔ مقامی تنظیم کے امیر سید محمد سلمان نے ذمہ داران اور چند سینئر رفقاء کے ساتھ ایک اجتماع منعقد کرکے مشاورت کی۔ پھر دعوتی کیمپ کے سلسلے میں چند جگہوں کا معائنہ کرکے ایف بی ایریا بلاک 16 کے ایک کمیونٹی پارک کو منتخب کیا اور مختلف کاموں کی ترتیب بنائی گئی اور ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔ اس تعارفی کیمپ سے امیر حلقہ کراچی شجاع الدین شیخ نے ''کلمہ طیبہ کا مفہوم'' پر خطاب کرنا تھا لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے وہ لاہور سے کراچی بروقت نہ پہنچ سکے اور یہ خطاب اُن کی بجائے تنظیم اسلامی گلستان جوہر کے ناظم تربیت جناب عثمان علی نے کیا۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے 5000 ہزار ہینڈ بلز پرنٹ کروائے گئے تھے جو تقریباً تمام تقسیم کردئے گئے۔ اس کے علاوہ 10 بینرز اور 100 پول ہینگرز بھی نہایت مناسب اور نمایاں جگہوں پر لگائے گئے تھے۔ پروگرام سے دو دن پہلے مقامی اسرے کے رفقاء نے علاقہ میں گشت کرکے لوگوں کو دعوت دی۔ مقررہ دن صبح 11 بجے رفقاء کو بلایا گیا تھا۔ وسطی تنظیم کے ملتزم رفیق عمران چھاپرا نے سورۂ حم السجدہ کی آیات 30 تا 36 کی تذکیر کی۔ بعد ازاں گلشن تنظیم کے ناظم تربیت سلیم الدین نے گشت کے آداب پر گفتگو کی، اور دعوتی ملاقاتوں کے لئے 12 گروپ تشکیل دیئے گئے۔ نماز عصر کے بعد چار مختلف مساجد میں کارنر میٹنگز ہوئیں، جن میں مدرسین نے لوگوں کو تعارفی کیمپ میں شرکت کی دعوت دی۔ اس کے بعد رفقاء نے گھر گھر جا کر ہینڈ بلز اور دعوتی لٹریچر تقسیم کیا۔ نماز مغرب کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جناب عثمان علی نے کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے کے موضوع پر نہایت جامع خطاب کیا، جسے شرکاء نے پوری توجہ سے سنا۔ اس موقع پر رفقاء اور احباب کے استفادہ کے لئے سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء میں رابطہ فارم تقسیم کئے گئے۔ آخر میں حلقہ کراچی شمالی کے ناظم تربیت اویس پاشا قرنی نے مقامی تنظیم وسطی کے رفقاء سے گفتگو کی۔ انہوں نے رفقاء کی حوصلہ افزائی کی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول و مقبول فرمائے۔ اس پروگرام میں تقریباً 175 رفقاء اور 190 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اپنے دین متین کی خدمت کرنے کے لئے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد ارشد)


**تنظیم اسلامی کا پیغام**
**نظام خلافت کا قیام**



بانی تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

**ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ**

کی سیرت رسول ﷺ پر چند فکر انگیز تصانیف

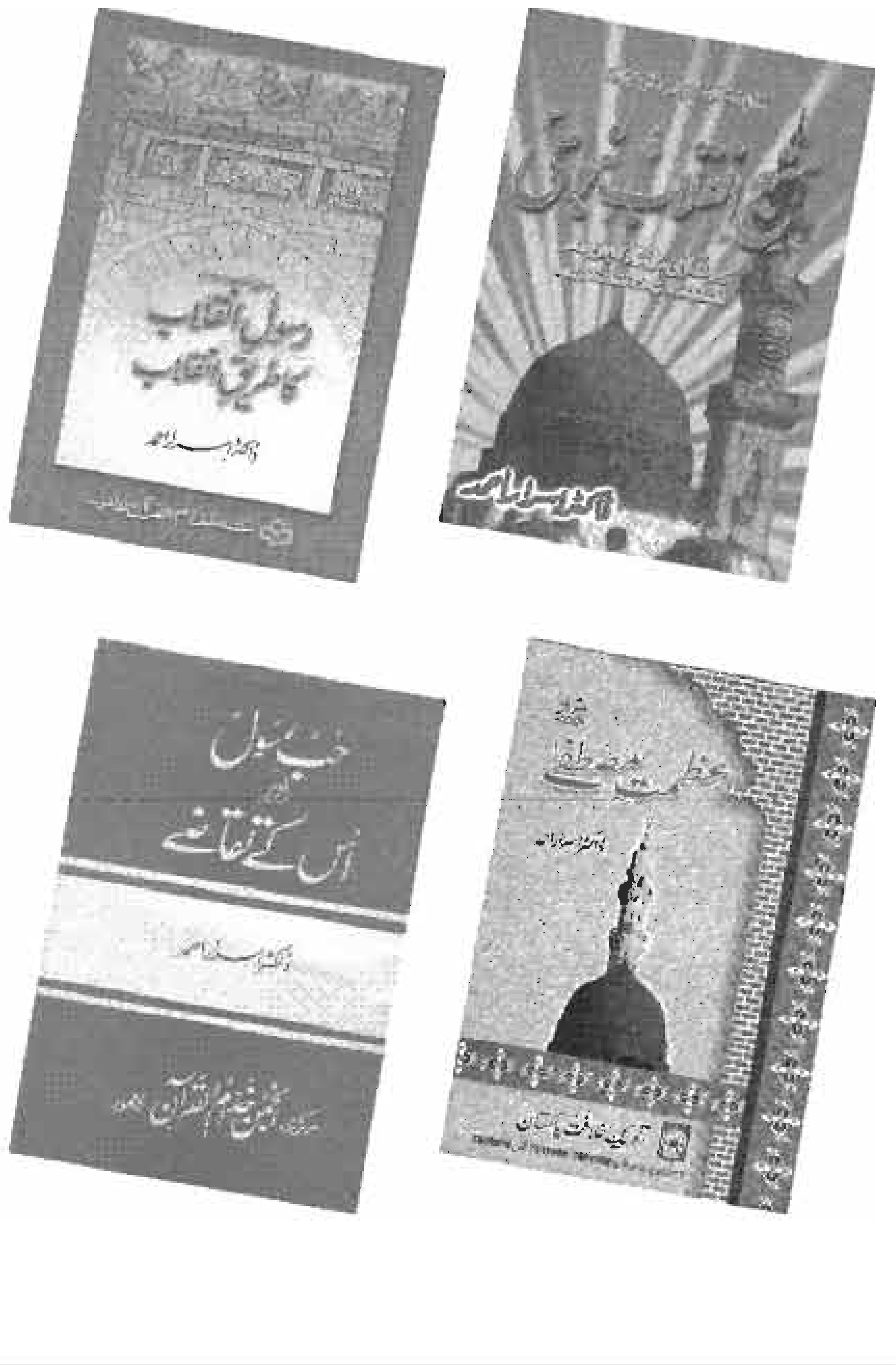

پتہ: مکتبہ خدام القرآن، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
042-35869501-3
e-mail:maktaba@tanzeem.org


## نشہ کا زہر

[redacted]

کے لئے انسان کو ارادے کی قوت بھی عطا کی گئی ہے اور ساتھ ہی قدرت نے ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے بھی دکھا دئے ہیں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لئے کون سے راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ اعلیٰ سیرت و کردار کی تعمیر میں بلاشبہ کٹھن اور دشوار گزار مراحل آتے ہیں۔ لیکن زندگی جیسی عظیم نعمت پر شکر گزاری کے لئے کردار کی نفاست اور فکر و عمل کی پارسائی ہی واحد ذریعہ اور رضائے الٰہی کے حصول کا بہترین راستہ ہے۔

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ

**Eng. Shafi Muhammad Lakho**

# KICKING THE KALABAGHDAM DEAD HORSE FOR POLITICAL GAINS

PPP and Pakistan Muslim league N (PMLN) are trying to gain political mileage from the recent decision of the Lahore High court(LHC) Chief Justice Umar Ata Bandial to implement decisions of Council of Common Interest (CCI) dated 16.09.1991 and 09.05.1998 in respect of Kalabag Dam (KD).Though neither of these decisions of CCI ask for unconditional construction of Kalabag Dam rather they required the Federal Government to remove technical flaws in the design of KD so that National consensus could be achieved. PPP acted like a Rambo and quickly passed 4th resolution from provincial Assembly against construction of KD to undercut Sindhi Nationalist who are gaining ground in Sindh on account of PPP s controversial Local Government Ordinance which Nationalists are terming as tantamount to Division of Sindh on linguistics fault lines. PMLN on other hand is trying to gain popularity through the slogan that they want implementation of LHC order, cheating the ignorant masses of Punjab to believe that PMLN mean construction of KD. Fact is that last of referred CCI meeting dated 09.05.1998 was chaired by Nawaz Sharif in capacity of PM and since he failed subsequently to gain National consensus, KD project became a dead horse once for all as frantic efforts for 11 long years by the all powerful dictator Mushref failed to breathe life into corpse of KD. Ignorant of these facts some individual well wishers of large dams have joined the band wagon jolted by the LHC order.

The fact is that for the past so many years of its planning and designing, the objectives and goals of Kalabagh Dam (KBD) have been shrouded in secrecy, and the Federal Government s blind following of the project, against the wishes of the three provinces of the federation, has made it the most controversial issue of national integrity.

To further fuel the issue, statements from responsible officials of the federal government, the Punjab and WAPDA, first declared Kalabagh Dam as only a storage dam to offset the storage loss of Tarbela and Mangla Dams, due to sedimentation. Followed by reasons of rise in fuel costs and the consequent increased costs due to thermal generation, pleading the ultimate requirement of cheap hydel power and, to further confuse the issue, the project was declared to have plans for a Left and Right Bank canals for irrigation purposes. Kalabagh dam will store 6.7 MAF water of Indus and 12.8 MAF water will be diverted to left bank and right bank canals for the irrigation in Mianwali, Khushab, Jhelum and Dera Ismail Khan districts. Therefore the KD dam will be consuming 19.5 MAF water of Indus. Sindh is protesting this as theft from Indus as facts have been brought to the light that water is not available to even fill the KD for all 4 out of 5 years.

WAPDA has exaggerated the figures of water availability and has reduced the figures of system losses, outflow to sea and India's authorized uses on western rivers, to somehow arrive at a high figure of net water availability. WAPDA has used mean year calculation method instead of 4 Out of 5 years (80% Probability) method, has ignored lean (acute shortage) years, and has deliberately

submitted a pretentious and inflated figure which is evident from the following comparison:

| Description | WAPDA s Claim | Actual figure |
|---|---|---|
| Available Water in West. Rivers (Indus, Jhelum & Chenab) | 143.1 MAF | 125.3 MAF |
| Eastern Rivers Contribution (Sutlej, Beas & Ravi) | 4.0 MAF | Nil |
| System Losses | 10.0 MAF | 14.0 MAF |
| Out flow to sea | 5.8 MAF | 10.0 MAF |
| Accord Allocation to Provinces | 117.35 MAF | 117.35 MAF |
| Net Water Availability | (+)14.0 MAF | (-)16.0 MAF |

As lower riparian, Sindh has suffered the most due to ill-planned and ill-conceived withdrawals of water from Indus river system. Despite much tinkering of figures by those who favor Kalabagh dam, other experts point out that factually measured at rim stations of the 3 western rivers (Indus at Kalabagh, Chenab at Mangla and Jhelum at Marala), the water availability 4 years out of 5 (80 percent probability) is 123.59 MAF. The water accord between provinces of Pakistan signed on 15.3.1991, apportions 114.35 MAF for their needs and the system losses (occurring in the bed of the rivers) projected by WAPDA is 10 MAF (much below the actual system losses of 16.2 MAF calculated by WAPDA between1977-91, after Tarbela dam was constructed). The balance is negative 0.76 MAF flowing into the sea. Under the provisions of Water Accord of 1991, a quantity of 10 MAF has been provisionally earmarked for out flow to sea which in fact will not be available after storage at Kalabagh dam.

There is already a deep distrust created between Sindh and Punjab on the two irrigation links, Chashma-Jhelum link (21000 cusecs) and Taunsa-Panjnad link (12000 cusecs) that were allowed merely as flood canals to divert excess Indus water during floods into eastern rivers of Punjab but only with the prior permission of Sindh . Within few years of operation these flood water canals were converted into perennial canals illegally and they continue to draw Indus water since then, irrespective of the fact that Sindh is facing severe water shortage ( 50% and above) during most of the year. This act of big brother is without consent and permission of the Sindh provincial government in flagrant violation of the inter-provincial agreement. Thus due to their past malpractice and breaches of trust, people of Sindh do not trust WAPDA and Punjab irrigation department. People believe that the aim of Punjab regarding building a KD instead of Bhasha Dam (BD) is to keep a life and death grip on the life line of Sindh, in this way the ruthless and unscrupulous ruling coteries would be able to control the very existence of five crore (50 million) Sindhis.

Sindh on the other hand has no objection to build Bhasha Dam which has more storage capacity and double the power generation capacity compared to KD and that no canals can be drawn from this dam due to its geographical location. Putting such project on back burner further strengthen the fears of smaller provinces though WAPDA has already spend Rs.9.0 billion for infrastructure development ,compensation for the land and feasibility studies for BD project.

Thus KD drum beaters are in fact either supporters of beneficiaries of the planned left and right bank canals who have already acquired lands on sides of the proposed alignment of these canals, or, are those innocent well wishers of Pakistan who are made to believe that opposition to KD is anti Pakistan. Part 2 of this article would show economical alternatives to KD.